عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت کا ترجمان
مجلہ قافلہ حق سرگودھا
جلد نمبر 8
اکتوبر، نومبر، دسمبر
شمارہ 4
اندھیری شب ہے جدا اپنے قافلے سے تو
ترے لئے ہے مری شعلہ نوا قندیل
(اقبال)
مدیر
مولانا محمد الیاس گھمن
زیارتِ روضہ رسول کے آداب
مذہب اسلام میں قربانی کا تصور
کینیڈین بابا کے ٹوٹکے
جمرات پر کنکریاں مارنے کے اہم مسائل
خلیفہ سوم
کی تابندہ زندگی........چند گوشے
سیلاب
چند قابل توجہ امور
ضروری نوٹ
Q لکھ کر اپنا خریداری نمبر
03326311808
پر Send کریں
ناشر
عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت

عالمی اتحاد اہل السنّت والجماعت کا ترجمان

جلد نمبر 8 | اکتوبر، نومبر، دسمبر 2014ء | شمارہ 4

مدیر
مولانا محمد الیاس گھمن

معاون مدیر
مولانا محمد کلیم اللہ
نگران شعبہ رسائل و جرائد

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر...... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر...... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر...... سالانہ

ایجنسی ہولڈرز مہر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

سرکولیشن منیجر
0332-6311808

Contact Us

● آپ یہ شمارہ آن لائن پڑھ اور ڈاؤن لوڈ بھی کر سکتے ہیں

www.ahnafmedia.com

www.ahnafmedia.com
mag@ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 25 روپے علاوہ ڈاک خرچ

زر تعاون سالانہ 200 روپے

عالمی اتحاد اہل السنّت والجماعت

فہرست

کینیڈین بابا کے ٹوٹکے

اداریہ

وطنِ عزیز میں ایک طرف تو سیلاب اور طوفانی بارشوں نے تباہی مچا رکھی ہے، لاکھوں لوگ بے گھر ہو چکے ہیں، کسانوں کی فصلیں، ان کے کاروبار، گھر بار، مال مویشی، اور قیمتی اشیاء حتی کہ لباس و خوراک تک ہر چیز سیلابی موجیں اپنے ساتھ بہا کر لے گئیں ہیں۔ تو دوسری طرف سیاسی اکھاڑ پچھاڑ، تبدیلی اور انقلاب کے دھرنا بازوں نے جشن منانے کے اعلانات کر رکھے ہیں۔ موسیقی اور طبلے کی تھاپ پر تھرکتے نیم برہنہ جسم، پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد میں مردوں اور خواتین کا بے حجابانہ اختلاط، بوس و کنار سے لے کر ناجائز جنسی ملاپ تک کے تمام مراحل ایسے قائدین کی موجودگی میں ہو رہے ہیں جو کبھی 15 بیس سال تک تو عالم رویا میں بطریق منام امام اعظم ابو حنیفہ کی شاگردی اور تلمذ کے مدعی ہیں اور کبھی عالم خواب میں علامہ سیوطی کے شاگرد رشید کہلانے کے دعوے دار، کبھی تو اپنے کارکنوں کو قانون نافذ کرنے والے اداروں کے افراد کی ٹانگیں توڑ دینے کا حکم دیتے ہیں تو کبھی مدارس اسلامیہ کو نیست و نابود کرنے کی بَڑ مارتے ہیں۔

کبھی اپنے ادارے اور تنظیم سے وابستہ افراد کو حضرت مہدی کے لشکر کے سپاہی بنانے میں مصروف عمل اور کبھی ان کو وحشی اور جنونی بنا کر انقلاب........ خونی انقلاب........ کی راہیں ہموار کرنے میں ہمہ وقت کوشاں۔ کبھی اپنے حواریوں کے غول میں ملک کے پارلیمانی نظام کو تحلیل کرنے کی کائیں کائیں کرتے ہیں اور پاکستان کے حساس ترین علاقے کو یرغمال بنانے اور حکومتی اداروں کو منہدم کرانے میں تن من

دھن کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔

خوابوں کی دنیاکے شہزادے کے انوکھے ہی شوق ہیں۔ کبھی حکومت اور ملک کا نظام ہی فرسودہ ہے، کبھی ان کے خلاف ہو جانا خارجیت ہے۔ کبھی حکومت ہی باطل ہے اور کبھی حکومتی ایوانوں کے سامنے اپنے مطالبات کا کشکول لیے بھکاری پن کا مظاہرہ۔ کبھی شہادت پروف کنٹینر سے انقلاب انقلاب کی صدائے بازگشت گونجتی ہے تو کبھی مذاکرات مذاکرات کی آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں۔ کبھی حکومتی اراکین کو یزید بنایا جاتاہے تو کبھی خود کو حسینی لشکر کہلواکران سے بغل گیری کی جارہی ہوتی ہے۔ کبھی مصطفوی انقلاب کے گھن گرج میں اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ اور کبھی روافض کے جھرمٹ میں اسلام دشمن منصوبہ بندیاں۔ کبھی ناموس رسالت کا آئین اپنے کھاتے میں ڈالنے کا شوق تو کبھی گستاخی رسول کی سزا صرف مسلمان پر، کبھی سود کی حرمت کے فتوے اور کبھی کینیڈا میں اس کی حلت کی گنجائشیں۔ کبھی پاکستان سے ملائیت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی باتیں۔ وغیرہ وغیرہ

اس وقت ملک جس بحران کا شکار ہے اوراس کی ڈوبتی ہوئی معیشت سے لوگ پریشان حال ہیں تو ایسے حالات میں کینیڈین بابانے ایک اور ٹوٹکا متعارف کروایا ہے۔ سیاست کے بجائے اگر ریاست بچانی ہے تو ریاستی کرنسی پر Go Nawaz Go لکھنا شروع کردو۔

چند شوریدہ سروں کے علاوہ ہر محب وطن پاکستان کا شہری یہ سوچتا ہے کہ جس کرنسی سے مستحق افراد کی کفالت کرنی تھی، نادار اور مفلس لوگوں کی امداد کرنی تھی، آپریشن زدہ آئی ڈی پیز اور آفت زدہ سیلاب زدگان کا تعاون کرنا تھا، غریب اور یتیم ومسکین بچیوں کے ہاتھ پیلے کرنے تھے، ہسپتال اور طبی مراکز قائم کرنے تھے،

دینی و عصری درسگاہیں تعمیر کرنی تھیں، عوام الناس کی بنیادی ضرورتیں پوری کرنی تھیں، اپنے بچوں کا پیٹ پالنا تھا، ان کی تربیت کرنی تھی ان کا روزگار تلاش کرنا تھا، ان کی خوراک و رہائش کا بندوبست کرنا تھا، ملکی معیشت کو مضبوط کرنا تھا، قرضوں کی ادائیگی کرنی تھی، ترقی اور خوشحالی کے خاکوں میں رنگ بھرنا تھا۔ اس کرنسی کو انقلاب کے الاؤ میں کیسے جھونک دیا جائے؟ بلکہ جس کرنسی کی ہوس اور لالچ میں معاشرے کے نوجوانوں میں چوری، ڈکیتی، اغواء برائے تاوان، بھتہ خوری، قبضہ مافیا جیسے جرائم جنم لے رہے ہوں۔ کرائم رپورٹس کا 98 فیصد مواد اس دائرے کے گرد گھوم رہا ہو۔

ایسے معاشرے میں کرنسی نوٹوں کا یوں بے دھڑک ضائع کرانا جہاں حماقت و نادانی کا مظہر ہے وہاں پر اس جرم کے مرتکب کو شرعا بھی مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ خدا لم یزل کی طرف سے عطا کردہ نعمت کا ایسے بھونڈے اور چھوچھرے انداز میں حقارت کرنا خدا کی ناراضگی کو دعوت دینا ہے۔

پاکستان کے اسٹیٹ بنک کی طرف سے جاری شدہ نوٹس میں بھی اس کی وضاحت آچکی ہے کہ اگر کسی بھی نوٹ پر کوئی نعرہ لکھا ہوا ہوگا تو وہ نوٹ کالعدم قرار دیا جائے گا اور اس کی قیمت صفر ہوگی۔ دکاندار حضرات نوٹ لیتے وقت احتیاط سے کام لیں۔ ورنہ کسی بڑے خسارے کا سامنا ہو سکتا ہے۔

اے غربت کے ستائے ہوئے پاکستانیو! کینیڈین بابا تو چند دنوں بعد اپنی اڑان بھر کر کینیڈا میں اپنے محل کی خوابگاہ میں محو استراحت ہو جائے گا اور تم اپنے ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔ اس لیے کینیڈین بابا کے آئین شکن، ملک شکن ٹوٹکے تمہارے مستقبل کو بھی تباہ کر دیں گے، تمہاری دنیا کو بھی اور تمہاری آخرت کو بھی۔ اس لیے اس سے دور ہی رہو۔ اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

محتاجِ دعا

محمد الیاس گھمن

سیلاب...........چند قابل توجہ امور

......مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

ناظم اعلیٰ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

پاکستانی قوم پے درپے عذابوں اور آزمائشوں سے گزرنے والی قوم ہے۔ ہماری قوم ابھی ایک مشکل کا دریا عبور نہیں کر پاتی کہ کسی نئے دریا کا سامنا ہوتا ہے۔ تازہ ترین صورتحال ہی دیکھ لیجیے کہ پاکستانی قوم ابھی سیاسی کشمکش اور دھرنوں کی سولی پر لٹکی ہوئی تھی کہ اسی اثناء میں سیلاب کی شکل میں ایک نئی آزمائش سے دوچار ہونا پڑا ۔اس سیلاب کے نتیجے میں ملک کے مختلف حصوں میں بدترین تباہی ہوئی۔گھروں کے گھر اجڑ گئے ،لوگوں کی زندگی بھر کی جمع پونجی سیلاب کی نذر ہوگئی،گھروں کی چھتیں گرنے سے خاندانوں کے خاندان ملبے تلے دب کر رہ گئے، کئی عورتیں بیوہ ہوئیں، بچے یتیم ہوئے، پوری پوری بستیاں زیر آب آگئیں۔

اس صورتحال میں ہر درد دل رکھنے والا پاکستانی فکر منداور دعا گو ہے۔ ایسے میں ضرورت اس امر کی ہے کہ چند ایسی چیزوں کی طرف توجہ مبذول کروائی جائے جن کا خیال رکھنے سے مشکلات اور مصائب کی سنگینی میں کمی واقع ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ان چیزوں میں کچھ قابل توجہ امور ہیں اور کچھ کرنے کے کام ہیں۔

1 سب سے پہلے تو ہمیں اللہ رب العزت کی طرف رجوع کرنے اور اجتماعی طور پر توبہ واستغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ سیلاب، زلزلوں اور قدرتی آفات کے بعد ایک بحث چل نکلتی ہے کہ یہ اللہ کا عذاب ہے یا آزمائش ؟ اگر عذاب ہے تو فلاں جگہ کیوں نہیں آیا اور فلاں جگہ کیوں آیا؟ اس لیے اس بارے میں

ایک اصول ذہن نشین کر لیجیے کہ اگر خدانخواستہ کبھی بھی ایسے کسی حادثے سے دوچار ہونا پڑے تو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنے اعمال، رویوں اور معاملات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر اس جائزے اور احتساب کے نتیجے میں ہمارے سامنے یہ بات آئے کہ اللہ رب العزت کے فضل و کرم سے ہمارے اعمال و کردار اور مجموعی روش اللہ رب العزت کے احکامات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کے مطابق ہے تو ہمیں اس پر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں شکر ادا کرنا چاہیے اور اس کے باوجود اگر سیلاب، زلزلوں، مہنگائی اور بدامنی جیسے مسائل سے دوچار ہونا پڑے تو یہ یقیناً اللہ رب العزت کی طرف سے آزمائش ہوگی اور اگر خدانخواستہ ہمارے انفرادی یا اجتماعی اعمال قابلِ اصلاح ہیں، ان پر نظر ثانی کی ضرورت ہے تو پھر ہمیں فکر مند ہونا چاہیے۔ اسی بات کو بعض اہل علم نے ایک اور انداز سے بھی بیان کیا کہ آزمائش اور عذاب کا تعین اس مصیبت کے آنے کے بعد کے انسانی طرزِ عمل سے کیا جاسکتا ہے۔

اگر اس کے بعد انسان رجوع الی اللہ کا پہلے سے زیادہ اہتمام کرنے لگا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آزمائش اس کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے باعث رحمت تھی اور اگر اس تکلیف کے پہنچنے کے بعد اس کے رویے میں بغاوت اور غفلت بڑھ جاتی ہے تو یہ اس بات کی نشانی ہوگی کہ وہ مصیبت اس کے لیے ایک عذاب کی حیثیت رکھتی ہے۔

2: شریعت نے ہمیں احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا، کسی حادثے کے آنے سے قبل اس کی فکر اور تیاری کرنے کا درس دیا گیا، حسن تدبیر اور سلیقہ مندی کی حوصلہ افزائی کی گئی لیکن ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم مجموعی طور پر غفلت کے مرتکب ہوتے ہیں، اسباب و وسائل کو بے دریغ لٹاتے ہیں لیکن سلیقہ مندی اور حکمت و تدبر سے کوئی

علاقہ نہیں رکھتے اس معاملے میں ہمارے حکمرانوں کا رویہ سب سے زیادہ افسوسناک ہے۔ ہمارے ہاں کتنے عرصے سے سیلاب آرہے ہیں، وقت سے پہلے وارننگ دے دی جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اس کے لیے خاطر خواہ انتظامات نہیں کیے جاتے۔ عوام الناس کے جان ومال کے تحفظ کی فکر نہیں ہوتی۔ جب کوئی آفت سر چڑھ جاتی ہے تو پھر تصویری سیشن کرنے کے لیے حکمران بعض نمائشی اقدامات کرتے ہیں۔ وقتی بھاگم دوڑ نظر آتی ہے لیکن نہ کسی کے نقصان کی تلافی ہوتی ہے، نہ کسی کے زخموں پر مرہم رکھا جاتا ہے اور نہ ہی آئندہ کے لیے سنجیدگی کے ساتھ کوئی پیش بندی ہوتی ہے۔ اس لیے ضرورت اس اَمر کی ہے کہ اس قسم کی صورتحال سے نمٹنے کے لیے کوئی ٹھوس حکمت عملی وضع کی جائے۔

3: سیلاب کے حوالے سے تیسرا قابل غور معاملہ انڈیا کا طرز عمل ہے۔ انڈیا کی طرف سے دریاؤں پر جس طرح ڈیم بنائے گئے اور ہمارا پانی چوری کیا گیا، ہماری سرزمین کو بنجر بنانے کی کوشش کی گئی اور پھر جس طرح اچانک اس پانی کو چھوڑ کر آبی دہشت گردی کا ارتکاب کیا جاتا ہے اس پر عالمی سطح پر بھرپور آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ انڈیا کی طرف سے بے وقت چھوڑے جانے والے پانی کے ریلے کی وجہ سے جو تباہی آتی ہے وہ تو ہم سب کو نظر آتی ہے اور اسے کسی درجے میں زیر بحث بھی لایا جاتا ہے، وقتی طور پر خوب لے دے ہوتی ہے لیکن انڈیا کی طرف سے ہمیشہ کے لیے ہمارے پانی پر جو ڈاکہ ڈالا گیا، ہماری زمینیں پیاسی کر دی گئیں اور پھر جس طرح سیلاب کی تلوار مستقل طور پر ہمارے سروں پر لٹکا دی گئی اس معاملے پر ہم جس قدر سنجیدگی، منصوبہ بندی اور تسلسل کے ساتھ عالمی فورم پر اپنا مقدمہ لڑیں گے اتنے ہی اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے ورنہ بصورتِ دیگر اس کا خمیازہ صرف ہمیں

ہی نہیں بلکہ ہماری آنے والی نسلوں کو بھی بھگتنا پڑے گا۔

:4 سیلاب آجانے کے بعد عوام الناس اور خاص طور پر مذہبی، سیاسی اور رفاہی وفلاحی تنظیموں کے رضاکاروں اور کارکنان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ آزمائش کی اس گھڑی میں انصارِ مدینہ کی یادیں تازہ کردیں۔ ایثار و ہمدردی جو اہل ایمان کی میراث ہے اس کے جذبوں کو ایک مرتبہ پھر زندہ کرکے اپنے جان ومال اور کردار و عمل سے اپنے متاثرہ بھائیوں کی ہر ممکن مدد کریں۔ اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے پاکستان بھر کی رفاہی وفلاحی اور دینی تنظیموں اور مساجد کے ائمہ وخطباء اور مدارس دینیہ کے طلباء نے اپنی تابندہ روایات کے مطابق اس کارِ خیر کا آغاز کر دیا ہے لیکن اسے مزید منظم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے مقامات جہاں کیمرے کی آنکھ میں آنے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں رفاہی وفلاحی اداروں کا سارا زور بھی ایسی جگہوں پر ہوتا ہے جبکہ ایسے علاقے جہاں لوگ زیادہ آزمائش میں ہوتے ہیں اور زیادہ مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں ان کی سرے سے فکر ہی نہیں کی جاتی ۔ اس لیے رفاہی وفلاحی اداروں کو صلہ وستائش سے بالاتر ہو کر اور کیمروں کی چکاچوند سے خود کو بچا کر خالصتاً انسانی بنیادوں پر خدمتِ خلق کا فریضہ سرانجام دینا چاہیے۔

:5 جب بھی سیلاب آتا ہے تو ہر کوئی مرکزی اور صوبائی حکومتوں کی طرف دیکھتا ہے، علاقائی ذمہ داران مرکزی قائدین سے توقعات قائم کر بیٹھتے ہیں بالکل بجا کہ وفاقی اور صوبائی حکومتوں نے پالیسی دینی ہے اور اصل کام بھی انہی کا ہے، لاریب کہ قائدین اور اکابر پر بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں لیکن اصل میں تو نچلی سطح پر کام کرنے اور فکر مندی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ مرکزی اور صوبائی حکومتوں سے زیادہ ضلعی اور علاقائی انتظامیہ اور اس کے ذمہ داران، افسران اور کارکنان کا فرض بنتا

ہے کہ وہ صرف نوکری نہ کریں بلکہ مشکل کی اس گھڑی میں اپنے دکھی بہن بھائیوں کی مدد اور خدمت کو ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اس میں جُت جائیں۔ اسی طرح ہر ایک مسجد و مدرسہ کی انتظامیہ، نمازی حضرات اور مدارس دینیہ کے اساتذہ و طلباء خصوصا جوان سال فضلاء کرام اس کٹھن مرحلے پر اپنی خدمات پیش کریں اور یاد رکھیں کہ دکھی انسانیت کی خدمت کرنا عین عبادت اور اللہ رب العزت کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے۔

آخر میں اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہماری قوم کو آزمائش کی اس گھڑی میں سرخرو فرماکر اس مشکل سے نجات عطا فرمائیں اور ہم سب کو ایثار اور جذبہ اخوت کے ساتھ خدمت خلق کا اہتمام کرنے کی توفیق بخشیں اور سیلاب میں جاں بحق ہونے والوں کی مغفرت فرمائیں اور جن کا جو نقصان ہوا اللہ تعالیٰ انہیں اپنے خزانوں سے اس کا نعم البدل عطا فرمائیں۔ آمین

زیارتِ روضۂ رسول ﷺ کے آداب

......مولانا عبدالرحمٰن سندھی

دکھا دے یا الٰہی تو نظارہ سبز گنبد کا
سکوں مل جائے دل کو روح کو آرام ہو جائے
عطا قربت کا آقا ﷺ مجھ کو ایسا جام ہو جائے
مدینہ پہنچ کر زندگی کی شام ہو جائے
خداوندا مدینہ پہنچ کر اس طرح جاں نکلے
یہ سر ہو ان کے در پر اور میرا کام ہو جائے

یہ بات یقینی ہے کہ حرمین شریفین کی حاضری بتوفیق الٰہی محض اس کے فضل وکرم سے ہوتی ہے اور جب بلاوا آجائے تو پھر نیت صرف اور صرف یہ ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت کائنات ﷺ کی زیارت اور ملاقات کیلئے مدینہ طیبہ جارہا ہوں۔ وہاں پر آپ ﷺ میزبان اور میں ان کا مہمان ہوں گا۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کیا ہی خوبصورت بات کہی کہ ”مدینہ منورہ کائنات ارض و سماوات کا وہ نگینہ ہے جہاں ہر لمحہ آسمان سے رحمت کی رم جھم برستی ہے“ اس مبارک سفر میں ہمہ وقت ادب و احترام کے ساتھ درود شریف پڑھیں کہ اس کی وجہ سے انوارات کی بارش فراوانی سے نصیب ہوگی اور جب مدینہ طیبہ کے درو دیوار نظر نواز ہوں اور اس کے معطر باغات دکھائی دیں تو ادب و احترام سے یہ دعا پڑھے: ”اللھم ھذا حرم نبیك فاجعله وقایة لی من النار و أماناً من العذاب وسوء الحساب“۔

مستحب طریقہ یہ ہے کہ مدینہ منور میں داخل ہونے سے پہلے غسل کرے،

پاک صاف عمدہ لباس جو پاس موجود ہو پہنے، اگر نئے کپڑے ہوں تو بہتر ہے، خوشبو لگائے، شہر میں داخل ہونے سے پہلے پیادہ چلے۔ اور اس شہر کی عظمت کا خیال کرتے ہوئے نہایت خشوع و خضوع، تواضع، ادب اور حضورِ قلب کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہوا داخل ہو اور یہ پیش نظر رکھے کہ یہ وہ زمین ہے جس پر جا بجا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک لگے ہوئے ہیں۔ جب مسجد نبوی میں داخل ہونے لگے تو باب جبرئیل سے داخل ہو اور پہلے دائیں پاؤں رکھے اور درود شریف پڑھ کر "اللھم افتح لی ابواب رحمتك" پڑھے، پھر پہلے "ریاض الجنة "میں آکر دو رکعت "تحیة المسجد" کی پڑھے، یہ وہ جگہ ہے جو قبر شریف اور منبر شریف کے درمیان ہے۔

عن عبد الله بن زید المازنی رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله علیه و سلم قال: ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة۔

[صحیح البخاری: باب فضل ما بین القبر والمنبر]

میری قبر اور منبر کے درمیان والا ٹکڑا ریاض الجنت یعنی جنت کا ٹکڑا ہے۔

نماز سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کا اپنی اس حاضری کی توفیق اور سعادت بخشی پر شکر ادا کرے، اور اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرے۔ نماز اور دعا سے فراغت کے بعد اب آپ نے جلوہ گاہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم، دربار مصطفیٰ یعنی اس روضۂ اطہر پر حاضر ہونا ہے جو فردوس بریں اور ساری کائنات سے ممتاز ہے اس کے ریگزاروں کی شان کعبہ سے اعلیٰ، ہفت افلاک سے اعلیٰ عرش سے اعلیٰ حتیٰ کہ کرسی سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے۔ لہٰذا اس مقام پر ادب کا دامن داغدار نہ ہونے پائے۔ جب روضہ اطہر پر حاضر ہوں تو سرہانے کی دیوار کے کونے میں جو ستون ہے اس سے تین چار ہاتھ کے فاصلے پر کھڑا ہو، نہ بالکل جالیوں کے پاس جائے اور نہ ہی زیادہ دور بلاضرورت کھڑا ہو،

اس طرح کہ رخ روضۂ اقدس کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف ہو اور یہ تصور کرے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم لحد شریف میں قبلہ کی طرف چہرہ مبارک کیے ہوئے لیٹے ہیں، اور پھر نگاہیں جھکا کے نہایت ادب کے ساتھ کھڑے ہو کر درمیانی آواز سے نہ بہت پکار کر اور نہ بالکل آہستہ، اس عقیدہ کے مطابق کہ آپ ﷺ میرا صلوٰۃ و سلام سن رہے ہیں، عاجزی و انکساری کیساتھ یوں صلوۃ و سلام پیش کریں۔ "الصلوۃ والسلام علیك یا رسول الله ، الصلو ۃ والسلام علیك یا حبیب الله ، الصلوۃ والسلام علیك ایها النبی ورحمته الله وبرکاته"۔ اس کے بعد اگلی جالی کے سوراخ پر آکر یار غار خلیفہ اول بلا فصل سیدنا ابو بکر صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر یوں سلام عقیدت پیش کریں:

السلام علیك یا امیر المومنین سیدنا ابابکر الصدیق۔

السلام علیك یا امیر المومنین سیدنا عمر فاروق اعظم۔

اور بھی یہاں چند الفاظ درود و سلام کے لکھے جاتے ہیں:

السلام علیك أیها النبی ورحمة الله وبرکاته...السلام علیك یا رسول الله

السلام علیك یا حبیب الله..........السلام علیك یا خیر خلق الله

السلام علیك یا صفوة الله..............السلام علیك یا سید المرسلین

یا رسول الله إنی أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شریك له، وأشهد أنك عبده ورسوله۔ أشهد انك بلغت الرسالة، وأدیت الامانة، ونصحت الامة و کشفت الغمة فجزاك الله خیراً، جزاك الله عنا أفضل ما جازیٰ نبیاً عن أمته۔

السلام علیك یا من ارسله الله رحمة للعالمین

السلام علیك یا مبشر المحسنین

(ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری ص338)

اس کے بعد جن لوگوں نے آپ کو اپنا سلام پیش کرنے کیلئے کہا ہے ان کا نام اور والد کا نام لے کر ان کا سلام پیش کریں اور جن لوگوں کے نام یاد نہ رہے ہوں تو یوں عرض کریں یارسول اللہ ﷺ میں اپنے علاقے کے بہت سے لوگوں کا سلام لایا ہوں سب کی طرف سے قبول فرمائیں۔

اور عرض کریں اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ سے مجھ گناہ گار کے لئے استغفار فرمائیں اور خود قبلہ رخ ہو کر ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے توبہ استغفار کرتے ہوئے آپ ﷺ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور روزانہ روضہ اقدس ﷺ پر حاضر ہو کر آقا کریم ﷺ پر صلوٰۃ وسلام کے پھول پیش کریں اور سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر بھی سلام عقیدت پیش کریں۔ دورانِ قیامِ مدینہ ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کریں، اہل مدینہ کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں، مدینہ طیبہ کی کسی بھی چیز کو ناپسند نہ کریں، اور اپنے لئے یہ دعا مانگیں کہ میرا مدفن یہاں مدینہ میں ہو۔

مدینہ طیبہ سے واپسی سے پہلے ریاض الجنۃ میں 2 نفل پڑھ کر روضہ اطہر پر حاضر ہو کر محبت بھرا عاجزانہ الوداعی صلوٰۃ وسلام پیش کریں اور سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما پر بھی سلام عقیدت پیش کر کے حضور شفیع المذنبین ﷺ سے شفاعت کی درخواست کریں اور آپ ﷺ کے طفیل اللہ غفور رحیم سے حج وعمرہ وزیارات کی قبولیت، گناہوں کی معافی وتوبہ، دوبارہ حاضری اور اپنے والدین، عزیز و اقارب، دوست احباب سمیت جملہ تمام اہل سلام کیلئے دعائیں مانگ کر اپنے پیارے آقا کریم تاجدار ختم نبوت ﷺ کی جدائی کے غم میں آنسو بہاتے ہوئے واپس ہوں اللہ رب العزت آپ کی اس مبارک حاضری کو قبول فرمائے آمین۔

مذہب اسلام میں قربانی کا تصور

......مولانا محمد اشفاق ندیم

قربانی کا وجود اگرچہ ہر امت میں ثابت ہے مگر تمام روئے زمین پر قربانی کرنا اسلام کا امتیازی نشان ہے، یہود صرف ہیکل یروشلم میں قربانی کے قائل ہیں عیسائی کہتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت عیسی علیہ السلام کا صلیب پر چڑھ جانا ہی ہم سب کی طرف سے قربانی کا بدل ہے جب کہ قرآن کریم نے واضح طور پر اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب پر چڑھنا ہی ثابت نہیں۔ و ما قتلوہ و ما صلبوہ ولکن شبہ لھم (سورۃ النساء) جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی کسی سال بھی ترک نہیں فرمائی اور صاحب نصاب ہونے کے بعد قربانی نہ کرنے والوں کے بارے میں سخت وعیدیں ارشاد فرمائیں۔

فقہاء اسلام کا یہ اجماع و اتفاق ہی قربانی کے مشروع و مسنون ہونے پر خود ایک مستقل اور ناقابل انکار دلیل ہے کیونکہ ان فقہاء کرام کا زمانہ عہد نبوت اور عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے اتنا قریب تھا کہ وہ بڑی آسانی سے شرعی احکام و مسائل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طرز عمل معلوم کرسکتے تھے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلانا۔

(سنن ابن ماجہ ص226)

ترجمہ: جو شخص وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ آئے

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مولد و مسکن شہر کوفہ رہا جو حضرت علی کا دار الخلافہ تھا امام صاحب رحمہ اللہ نے صحابہ کرام کی زیارت کی اور آپ کے دور میں ایسے ہزاروں لوگ موجود تھے جنہوں نے خلفاء راشدین کا عہد اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور ان کی صحبت پائی تھی ایسے میں بھلا ان فقہاء کرام کے بارے میں کوئی یہ تصور کر سکتا ہے کہ ان کو یہ معلوم کرنے میں کوئی مشکل آڑے آسکتی تھی کہ قربانی کا یہ طرز عمل کب سے اور کیسے رائج ہوا اور کس نے اس کو راوج دیا۔

امت کا متواتر عمل:

قربانی کے مشروع و مسنون ہونے پر اس شہادت کے علاوہ ایک اور اہم ترین شہادت امت مسلمہ کے متواتر عمل کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الاضحیٰ اور قربانی جس روز سے شروع فرمائی اس روز سے وہ امت مسلمہ میں عملاً رواج پا گئی اور اس تاریخ سے آج تک دنیا کے تمام اطراف میں مسلمان ہر سال مسلسل اس پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔

قربانی کے دن۔

لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات.

(سورۃ الحج آیت 28)

ترجمہ: تاکہ موجود ہوں اپنے فوائد کے لیے اور ایام مقررہ میں ان مخصوص میں ان مویشیوں پر اللہ کا نام لیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: فالمعلومات یوم النحر ویومان بعدہ۔

(تفسیر ابن ابی حاتم الرازی ج6 ص 261)

ترجمہ: ایام معلومات سے مراد یوم النحر (10 ذوالحجہ) اور اس کے بعد دو دن ہیں۔

اس بات پر ساری امت کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ دس تاریخ کو ہی قربانی کیا کرتے تھے اور اس دن قربانی کرنے کا ثواب زیادہ ہے اگرچہ اس دن کے بعد دو دن مزید بھی قربانی کرنے کی اجازت ہے۔

مالك عن نافع عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال الاضحی یومان بعد یوم الاضحی۔

(موطا امام مالک ص 497)

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ حضرت نافع سے اور وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ قربانی کے دن تین ہیں، 10، 11، 12.

غیر مقلدین کا یہ شیوہ ہے کہ معروف روایات پر جو تعامل جاری ہے اس کو مٹانے کے لیے منکر اور متروک روایات کا سہارا لیتے ہیں، تین دن قربانی کی بنیاد متواتر روایات پر ہے دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں تمام مراکز اسلامیہ

- مکہ میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
- مدینہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
- کوفہ میں علی المرتضی رضی اللہ عنہ
- بصرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اس پر فتوی دیتے تھے۔

کہیں بھی کسی نے منکر روایت کا سہارا لے کر اس فتوی کی مخالفت نہیں کی، مگر غیر مقلدین اس کے لیے منکر اور متروک حدیث لے اڑے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں یعنی ان میں روزہ نہ رکھیں یہ مضمون تقریبا 14 صحابہ کرام نے روایت فرمایا ہے اور حضرت جبیر بن مطعم

رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایک راوی سلمان بن موسی الاشدق نے کھانے کی بجائے لفظ ذبح بیان فرمایا غیر مقلدین اس کو صحیح نہیں مانتے چنانچہ ان کے معروف عالم بشیر احمد سہوانی اس کو ضعیف کہتے ہیں۔

(فتاویٰ علماء حدیث ج13ص178)

اور سابق امیر جماعت اہل حدیث محمد اسماعیل سلفی بھی فرماتے ہیں: اس کے ہر طریق میں کچھ نہ کچھ نقص ہے۔

(فتاوی علماء اہل حدیث ج13ص169)

اور دوسری جگہ تو غصے میں آکر فرماتے ہیں: بعض کم فہم اور متعصب حضرات سارا زور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی حدیث اور اس پر جرح کرنے میں صرف کر دیتے ہیں حالانکہ یہ حدیث استدلال کی بنیاد ہی نہیں۔

(فتاوی علماء اہل حدیث ج13ص171)

خلاصہ یہ ہے کہ چوتھے دن قربانی کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو درکنار کسی ایک صحابی سے بھی بسند صحیح ثابت نہیں پھر تکبیرات تشریق تو 9 تاریخ کو بھی کہی جاتی ہیں تو 9 ذوالحجہ کو بھی قربانی کرنی چاہیے؟؟

اس سے بڑھ کر بشیر احمد سہوانی نے ایک رسالہ لکھا ایام النحر من عاشر ذی الحجہ الی آخر الشہر۔ جس کا خلاصہ فتاوی علماء اہل حدیث ج13ص175 تاص180 پر درج ہے کہ قربانی کے دن بیس یا اکیس ہیں جب تک محرم کا چاند نظر نہ آئے قربانی کر سکتا ہے ضد کی بات الگ ہے ورنہ ان کے مفتیان کرام بھی چوتھے دن قربانی کرنے کو پسند نہیں کرتے چنانچہ مفتی ابو البرکات احمد لکھتے ہیں کہ جس کو پہلے دن قربانی میسر ہو اور وہ نہ کرے اور وہ قربانی کو باندھے رکھے اس کا عمل حدیث کے خلاف ہے۔

(فتاوی برکاتیہ ص255)

جانور کیسا ہو؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قربانی کے جانوروں کے آنکھ کان اچھی طرح دیکھ لیا کرو اور ایسے جانور کی قربانی نہ کرو جس کا کان چرا ہوا ہو یا جس کے کان میں سوراخ ہو۔

(ترمذی ج2ص276)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کن کن جانوروں کی قربانی سے بچا جائے؟ فرمایا وہ لنگڑا جانور جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو اور وہ کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو اور وہ جانور جس کا مرض ظاہر ہو اور وہ دبلا اور مریل جانور جس کی ہڈیوں میں گودانہ رہا ہو۔

(ترمذی ج2ص275)

قربانی کے حصے:

عن جابر رضی اللہ قال نحرنا بالحدیبیة مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم البدنة عن سبعة والبقرة عن سبعة.

(سنن ابن ماجہ ص233)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ کے میدان میں سات آدمیوں کی طرف سے اونٹ کی اور سات آدمیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

اور ایک اور بات ضرور ذہن میں رکھیں کہ تمام حصے دار صحیح العقیدہ مسلمان ہوں بعض لوگ کم علمی کی وجہ سے کہہ دیتے ہیں اگر اس کا عقیدہ خراب ہے تو اس سے ہمارے حصے پر کیا اثر پڑتا ہے وہ اپنے حصے کا گوشت لے گیا ہم اپنے حصے کا لے آئے یاد

رکھیں قربانی کا تعلق گوشت سے نہیں جان کے ساتھ ہے اور ہم نے گوشت تقسیم کیا ہے جان تقسیم نہیں کی اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک کنواں سات آدمیوں کے درمیان مشترک ہو اگر ان میں سے ایک حصہ دار اس مشترکہ کنویں میں پیشاب کردے تو ان سب کا حصہ ناپاک ہو جائے گا کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جس نے پیشاب کیا ہے۔ صرف اس کے حصے کا پانی ناپاک ہوا ہے باقی اس کا حصہ ناپاک نہیں ہوا۔

جانوروں کی عمر:

واما مقدار سن الاضحیۃ فقد روی مسلم عن جابر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضأن لا تذبحوا الا مسنۃ۔

(مسلم شریف ج2 ص155، تفسیر ابن کثیر ج4 ص442)

ترجمہ: قربانی کے جانوروں کی عمر کے بارے میں مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہ ذبح کرو مگر مسنہ اگر وہ تمہارے اوپر بھاری پڑ جائے تو بھیڑ کا چھ ماہ کا بچہ بھی ذبح کرسکتے ہو۔

فقہاء نے مسنہ کا مطلب واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بکرا ایک سال کا ہو کر دوسرے سال میں قدم رکھے۔ گائے اور بھینس جو مکمل دو سال کی ہو کر تیسرے سال میں قدم رکھے اور اونٹ جو پانچ سال کا ہو کر چھٹے سال میں قدم رکھے۔

(درمختار ج9 ص533)

حتی کہ علماء غیر مقلدین بھی اس کا یہی معنی بیان کرتے ہیں چنانچہ میاں نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں: ثنی کہتے ہیں بکری میں جو ایک سال کا ہو اور دوسرا شروع ہو اور گائے بھینس میں جو دو سال کا ہو اور تیسرا شروع اور اونٹ کا جو پانچ سال کا ہو چھٹا

شروع ہو۔

(فتاوی نذیریہ ص257)

قربانی کا گوشت:

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسی علیہ السلام تک لوگ قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے بلکہ قربانی کر کے رکھ دیتے اگر آسمان سے آگ آکر جلا دیتی تو یہ قربانی کے مقبول ہونے کی دلیل ہوتی اور اگر آگ نہ اترتی تو وہ قربانی نامقبول سمجھی جاتی تھی ہماری شریعت میں قربانی کا گوشت حلال قرار دیا گیا قربانی کرنے والا خود بھی کھا سکتا ہے اپنے گھر والوں کو بھی کھلا سکتا ہے امیر لوگوں کو بھی دے سکتا ہے غریب لوگوں کو بھی۔ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ گھر والوں کے لیے دوسرا عزیزو اقارب رشتہ داروں کے لیے اور تیسرا فقراء مساکین کے لیے۔

قربانی کی کھال:

اگر اس کو خود استعمال کرنا چاہے تو کر سکتا ہے مثلاً مصلی بنالے، ڈول بنالے۔ اگر فروخت کر دی تو اس کی قیمت خود استعمال نہیں کر سکتا بلکہ فقراء مساکین وغیرہ پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

(عالمگیری ج3 ص372)

اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص کے ساتھ قربانی کرنے اور اس کے تقاضوں پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے اور اپنی بارگاہ میں اس کو قبولیت سے سرفراز فرمائے۔ ہماری خطائوں سے درگرز فرمائے۔ اور قیامت کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے ہماری کامل مغفرت فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم

خلیفہ سوم کی تابندہ زندگی........چند گوشے

......مولانا مہتاب سدوزئی کشمیری
متخصص مرکز اہل السنت والجماعت

ذوالحجہ کی 18 تاریخ کو مسلمانوں کے عظیم رہنما خلیفہ سوم سیدنا عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو شہید کیا گیا۔ اس لئے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے مختصر حالات جن میں مختلف پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے پیش خدمت ہیں۔

نام ونسب:

عثمان بن عفّان بن ابی العاص بن امیۃ بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب۔

والدہ کی طرف سے نسب نامہ:

ارویٰ بنت کریز بن ربیعۃ بن حبیب بن عبد الشمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب ہے۔

(طبقات ابن سعد ج3 ص39 بیروت)

کنیت ولقب:

آپ کی کنیت زمانہ جاہلیت میں ابو عمرو تھی اور اسلام میں ابو عبد اللہ تھی آپ کا لقب ذوالنورین اور ذوالہجرتین ہے۔

ذوالنورین کہنے کی وجہ یہ ہے علامہ بدرالدین عینیؒ فرماتے ہیں کے آپ کے علاوہ کائنات میں کوئی ایسا شخص نہیں کہ جس کے نکاح میں نبی کی دو بیٹیاں ہوں یہ سعادت صرف آپ کو حاصل ہے (ایک بیوی رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ اور دوسری

ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ ہیں) اسی وجہ سے آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔

(عمدۃ القاری 16 / 201 بحوالہ عثمان بن عفان شخصیت اور کارنامے)

ذوالہجرتین:

ذوالہجرتین اس لئے کہتے ہیں کہ آپ نے دو ہجرتیں کیں ہیں ایک حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف۔

تاریخ پیدائش:

آپ کی پیدائش عام الفیل کے تقریبا چھے سال بعد طائف میں ہوئی۔

حلیہ مبارک:

آپ درمیانہ قد خوبصورت چہرہ باریک جلد والے اور گھنی داڑھی والے تھے آپ کی چھاتی چوڑی تھی آپ گورے رنگ والے خوبصورت تھے۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج2 ص1238)

سیرت و کردار:

زمانہ جاہلیت میں آپ کا شمار قوم کے بلند مرتبہ لوگوں میں ہوتا تھا شرم وحیاء کے پیکر اور مالدار ہونے کے باوجود کبھی بھی نہ شراب پی اور نہ کبھی زنا کیا نرم مزاج اور شیریں کلام تھے اسلام سے قبل اور بعد پاک دامنی میں پورے عرب میں مشہور تھے پورے عرب خصوصا قریش والے آپ سے بہت محبت کرتے تھے اتنی حیا تھی کہ اپنے ستر کو دیکھنا بھی پسند نہیں تھا عقبہ بن صبہان فرماتے ہیں کے میں نے عثمان (رضی اللہ عنہ) کو فرماتے سنا کے جب سے میں نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے تب سے میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھویا۔

(حلیۃ الاولیاء ج1 ص99 رقم 184-185)

اسی وجہ سے عرب کی عورتیں جب اپنے بچوں کو لوریاں دیتیں تو کہتی تھیں احبك والرحمٰن ۔۔۔۔ حب قریش لعثمان خدا رحمٰن کی قسم ہم تجھ سے اتنی ہی محبت کرتی ہیں جتنی قریش عثمان بن عفان سے کرتے ہیں۔

خاندانی پس منظر:

حضرت عثمان قریش کے اعلیٰ نسب میں سے تھے ماں باپ دونوں قریشی تھے آپ کے والد عفان قریش کے قبیلہ بنو امیہ کے بہت بڑے آدمی تھے آپ کا خاندان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے بعد سب سے زیادہ شریف خاندان تھا اور اتنے بڑے درجے پر تھے کے قریش کا قومی جھنڈا۔"عقاب" اسی خاندان کے پاس تھا۔

(تاریخ عثمان رضی اللہ عنہ ص 23)

آپ کی ازواج:

یکے بعد دیگرے کل آٹھ شادیاں کیں اور سب اسلام لانے کے بعد کیں۔

1: حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

2: حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

3: فاختہ بنت غزوان

4: ام عمرو بنت جندب الازدیہ

5: فاطمہ بنت ولید بن عبد الشمس

6: ام البنین بنت عیینہ

7: رملہ بنت شیبہ

8: نائلہ بنت فرافصہ الکلبیہ

(تاریخ طبری)

بیٹوں کے نام:

1: **عبداللہ** .... ان کی والدہ حضرت رقیہ تھی۔

2: **عبداللہ الاصغر** .... ان کی والدہ فاختہ بنت غزوان تھیں۔

3: **عمرو** .... ان کی والدہ ام عمرو بنت جندب تھیں۔

4: **خالد** .... ان کی والدہ ام عمرو بنت جندب تھیں۔

5: **ابان** .... ان کی والدہ بھی ام عمرو تھیں۔

6: **عمر** .... ان کی والدہ بھی ام عمرو تھیں۔

7: **ولید** .... ان کی والدہ فاطمہ بنت ولید بن عبدالشمس تھیں۔

8: **سعید** .... ان کی والدہ بھی فاطمہ تھیں۔

9: **عبدالملک** .... ان کی والدہ ام البنین تھیں۔ بعض سیرت نگاروں نے نائلہ بنت فراصہ کے بطن سے آپ کے بیٹے عنبہ کی ولادت بیان کی ہے۔

(الامین ذوالنورین)

بیٹیوں کے نام

1: **مریم** .... ان کی والدہ ام عمرو بنت جندب تھیں۔

2: **عائشہ** ...... ان کی والدہ رملہ بنت شیبہ تھیں۔

3: **ام آبان** ...... ان کی والدہ رملہ بنت شیبہ تھیں۔

4: **ام عمرو** ...... ان کی والدہ رملہ بنت شیبہ تھیں۔

5: **ام سعید** .... ان کی والدہ فاطمہ بنت ولید بن عبدالشمس تھیں۔

6: **مریم** .... ان کی والدہ نائلہ بنت شیبہ تھیں۔

7: **ام البنین** .... ان کی والدہ ام ولید تھیں۔ (التمہید والبیان)

بہن بھائیوں کے نام:

حقیقی بہن صرف ایک تھی ”آمنہ بنت عفان“ اور ماں شریک تین بھائی تھے ”ولید بن عقبہ، عمارہ بن عقبہ، خالد بن عقبہ“ تینوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

قبول اسلام:

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے 34 سال کی عمر میں سیدنا ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کی دعوت پر اسلام قبول کیا اور سابقین اولین میں داخل ہو گئے۔ ابو اسحاق کی روایت کے مطابق آپ مردوں میں چوتھے نمبر پر مسلمان ہوئے۔

فضائل و مناقب:

قرآن پاک میں چند آیات ایسی ہیں جن کے متعلق صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے ان کی تفسیر میں مروی ہے کے ان آیات کا مصداق حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

1۔ امّن هو قانت اٰناء الليل (الاية) قال ابن عمر هو عثمان بن عفّان (مختصر تاریخ دمشق)

اس آیت کا مصداق عثمان (رضی اللہ عنہ) ہیں۔

2۔ تفسیر بغوی میں یہی عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا قول منقول ہے۔

3۔ عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ هل يستوى هو ومن يامر بالعدل وهو علىٰ صراط مستقيم قال عثمان بن عفّان۔ (طبقات، اسباب نزول القران، البدایۃ، تفسیر بغوی)

4۔ اولئك عنها مبعدون۔ قال محمد بن حاطب عن على هو عثمان بن عفّان (نزھۃ المجالس)

5۔ الذين ينفقون اموالهم فى سبيل الله ..... نزلت فى عثمان (رياض 28/3)

6۔ عن ابن عباس فی ھذہ الایۃ ونزعنامافی صدورھم من غل اخوانا علیٰ سرر متقبلین قال نزلت فی عشرۃ ابی بکر و عمر و عثمان وعلی ......الحدیث

(اسد الغابۃ)

آیات کے بعد اب احادیث کے چند جملے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی شان ومقام پر زیر قرطاس ہیں۔

1۔ عن معاذبن جبل (رضی اللہ عنہ) قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم رایت انی وضعت فی کفۃ وامتی فی کفۃ فعدلتھا ثم وضع ابو بکر فی کفۃ وامتی فی کفۃ فعدلھا ثم وضع عمر فی کفۃو امتی فی کفۃفعدلھا ثم وضع عثمان فی کفۃ وامتی فی کفۃ فعدلھا۔ (صواعق محرقہ،وفی مسند احمد عن ابن عمر---البدایۃ)

خلاصہ یہ ہے کے حضور ﷺ کے ایمان کو امت کے ایمان کے مقابلے میں تولا گیاتو آپ ﷺ کا ایمان وزنی نکلا پھر ابو بکر پھر عمر اور پھر عثمان (رضی اللہ عنہم) کو امت کے مقابلے میں تولا گیاتو یہ لوگ زیادہ وزنی نکلے اور کنزالعمال کی روایت میں ہے کے پھر ترازو اٹھالیا گیا۔ یہاں اگر ایمان مراد لیا جائے گا تو معنی صحیح ہو گا ورنہ جسمانی وزن مراد لینا مشکل ہے۔

2۔ عن النّبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اِنّ عثمان رجل حی۔

(صحیح مسلم ج2 مسند احمد ج1)

حضرت عثمان حیاء والے انسان ہیں (حیاء کے پیکر ہیں)

3۔ عن انس(رضی اللہ عنہ) قال :قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عثمان احیاء امتی وا کرمھا۔ (ریاض ج3 ص12)

حضرت عثمان میری امت کے سب سے زیادہ باحیاء اور معزز ہیں۔

4۔ الااستحی من رجل تستحی منہ الملائکۃ۔ (صحیح مسلم)

جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں اس سے میں حیاء کیوں نہ کروں۔

اس حدیث کی تشریح میں امام نوویؒ لکھتے ہیں: اس حدیث میں فرشتوں کے ہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت کا ذکر ہے اور حیاء ایسا وصف ہے جو ملائکہ کے اوصاف میں سے ہے۔

5۔ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ ایک شخص کا جنازہ پڑھانے سے انکار کیا اور فرمایا: انه كان يبغض عثمان فابغضه الله۔ (جامع ترمذی)

عثمان (رضی اللہ عنہ) سے جو بغض رکھے اللہ اس سے بغض رکھتا ہے۔

6۔ ليدخلن بشفاعة عثمان سبعون الفا كلهم قد استوجبوا النار الجنة بغير حساب۔ (ابن عساکر، صواعق محرقہ)

عثمان (رضی اللہ عنہ) کی سفارش سے ایسے ستر ہزار لوگ جنت میں جائیں گے جن پر جہنم واجب ہو چکی ہو گی۔

7۔ حضور ﷺ کا قول ان عثمان رفيقي ومعي في الجنة کہ عثمان رضی اللہ عنہ جنت میں میرے ساتھی ہوں گے۔

(مستدرک۔ مسند احمد)

ویسے حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی فضیلت ان آیات کی تفاسیر اور ان احادیث سے ہی واضح ہو جاتی ہے پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ (رضی اللہ عنہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بھی ہیں اور مہاجرین میں سے بھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورے داماد بھی ہیں لیکن آپ (رضی اللہ عنہ) کے کچھ کارنامے ایسے ہیں جن کے بعد آپ (رضی اللہ عنہ) کو بے شمار بشارتیں ملی ہیں یہاں پر ان کا مختصر تذکرہ بھی کیا جارہا ہے اصل قابلِ فخر انعام وہ ہوتا ہے جو اپنے کردار پر بطور انعام ملے۔

لیس الفتیٰ من یقول کان ابی کذا
ان الفتیٰ من یقول ھا انا ذا

حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) سخاوت میں تمام صحابہ سے نرالے تھے

ازالۃ الخفا میں شاہ صاحبؒ نے نقل کیا ہے کے اس وصفِ سخاوت کی وجہ سے آپ (رضی اللہ عنہ) کو ذوالنورین کہتے ہیں کیونکہ آپ (رضی اللہ عنہ) قبل الاسلام بھی سخی تھے اور اسلام لانے کے بعد بھی ان دو سخاوتوں کے جمع ہونے کی وجہ سے بھی آپ کو ذوالنورین کہا گیا ہے آپ (رضی اللہ عنہ) نے بئر رومہ خرید کے وقف کیا مسجد کے لیے جگہ خرید کے صدقہ کیا۔ اس کے علاوہ نام لے کر فرمایا کے عثمان فی الجنّۃ عثمان جنتی ہے آپ (رضی اللہ عنہ) عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اس کے علاوہ ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کا قول کے حضور ﷺ کے زمانے میں ہم ابو بکر دوسرا نمبر پر عمر تیسرے نمبر پر عثمان (رضی اللہ عنہم) سے افضل کسی کو نہیں سمجھتے تھے اس کے بعد سب کو برابر سمجھتے تھے۔ (صحیح بخاری)

اسی طرح ایک دیہاتی نے جب حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے کہنے پر سوال کیا لین دین کے بعد کے اگر میں آؤں آپ نہ ملیں فرمایا ابو بکر پھر عمر پھر عثمان (رضی اللہ عنہم) کا حوالہ دیا۔ (کنز العمال)

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا قیامت میں حساب کے لیے سب سے پہلے میں کھڑا ہوں گا جتنی دیر اللہ چاہے میں نکلوں گا اس حال میں کے اللہ مجھے معاف کر چکا ہو گا پھر میری جگہ ابو بکر (رضی اللہ عنہ) دگنا کھڑے ہوں گے وہ نکلیں گے اس حال میں کے اللہ انہیں معاف کر چکا ہو گا پھر ان کی جگہ عمر (رضی اللہ عنہ) دگنا کھڑے ہونگے وہ نکلیں گے اس حال میں کے اللہ انہیں معاف کر چکا ہو گا اس کے

بعد خاموش ہو گئے کسی نے پوچھا عثمان رضی اللہ عنہ ؟ فرمایا عثمان رضی اللہ عنہ حیاء دار ہیں میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کے عثمان رضی اللہ عنہ اس مقام اور اس موقف پر کھڑا نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے متعلق میری شفاعت قبول کریں گے۔ (کنز العمال)

ہجرتِ حبشہ:

اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو کفار کی طرف سے تکالیف کا سامنا تھا سیّدنا عثمان جب ایمان لائے تو ان کو بھی ان تکالیف کا سامنا کرنا پڑا یہاں تک کے آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے رسی سے باندھ کر رکھا اور بہت سخت اذیتیں دیں اور کہا کہ جب تک تم اپنے پہلے والے دین کی طرف واپس نہیں آتے اور اس نئے دین کو چھوڑ نہیں دیتے اس وقت تک میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ لیکن جب دیکھا کے یہ کسی حالت میں بھی چھوڑنے کو تیار نہیں تو ان کو آزاد کر دیا جب تکالیف بڑھنے لگیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ہجرت کا حکم دیا صحابہ کرام کی طرح حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہ نے بھی حبشہ کی طرف ہجرت کی اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں سے ہوئے۔ ان لوگوں نے سن 5 نبوی میں حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں سکون کا سانس لیا اور آزادانہ عبادات کرنے لگے انہی لوگوں کے لئے قرآن میں یہ نازل ہوا والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا۔

لیکن وہاں یہ مشہور ہوا کہ سب مکہ والے مسلمان ہو گئے ہیں اس لئے واپس آ گئے راستے میں علم ہوا کے یہ خبر جھوٹی تھی تو ضمانت لے کر مدینہ آئے وہاں جب تکالیف بڑھیں تو مکہ سے پھر دوسری مرتبہ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

غزوات کا مختصر خاکہ:

آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی

سوائے غزوہ بدر کے کہ اس وقت آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جانے سے روک لیا تھا کیوں کے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بیمار پڑ گئیں تھیں ان کی خدمت کے لئے آپ کو رکنا پڑا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی وجہ سے آپ کو مال غنیمت میں بھی شامل کیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی وجہ سے ثواب بھی بدر والوں جتنا ملا۔ اس کے علاوہ تمام غزوات میں اپنی جان اور اپنا مال خوب لگایا خصوصاً تبوک میں تو اتنا دیا کے انتہاء ہی کر دی بیعت رضوان کے موقع پر جب یہ بات پھیلی کے عثمان کو شہید کر دیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت لی اور اپنا ہاتھ آپ کا ہاتھ قرار دیا تبوک کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف اعلان کیا کے تبوک جانا ہے سفر لمبا ہے اس لئے مال زیادہ ضرورت ہے لوگوں کو ترغیب دی چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا مال دے دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نصف دیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور 100 اونٹ مع سازوسامان کا اعلان کیا پھر ترغیب دی گئی تو 100 اور کا اعلان کیا پھر 300 کا اعلان کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی اللھم اغفر لعثمان ما اقبل وما ادبر وما اخفیٰ وما اعلن وما اسر وما اجھر۔

(حلیۃ الاولیاء ج1 ص97 کنز العمال)

ایک ہزار اشرفیوں کی تھیلی دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھوں پر اٹھا اٹھا کے ڈھیر پر پھینکتے اور کہتے۔ ما علی عثمان ما عمل بعد ھذا (ترمذی) یعنی آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل عثمان کو نقصان نہیں دے گا۔

تلاوت قرآن:

آپ کا قرآن پاک سے گہرا تعلق تھا آپ نے نزول قرآن کا مشاہدہ فرمایا اور

کتابت قرآن جیسی سعادت بھی حاصل کی۔ آپ ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے پہلے دن سے ہی قرآن سے ایسا تعلق قائم کیا جو شہادت تک قائم رہا۔ حتی کہ جب باغیوں اور بلوائیوں نے محاصرہ کیا تب بھی آپ رضی اللہ عنہ تلاوت میں مصروف تھے اور جب خون کا قطرہ گرا تو وہ بھی قرآن کی آیت فسیکفیکھم اللہ پر پڑا۔

اختلاف قرءات اور جمع قرآن:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں قرآن کی قرات میں اختلاف ہوا تو آپ نے تمام نسخے جمع کروائے اور پھر ایک نسخہ تیار کیا جو قریش کی زبان میں تھا اور تمام گورنروں کے پاس بیجا اور فرمایا: قرآن کو قریش کے لہجے میں پڑھو اس وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو "جامع قرآن" بھی کہتے ہیں۔

مناصب اور ذمہ داریاں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مشورہ لیتے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں شوریٰ کے اہم رکن تھے، خلافت صدیق میں آپ جنرل سیکرٹری تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بحیثیت وزیر اپنے فرائض کی انجام دہی کرتے رہے جب بیت المال سے خلیفہ کا وظیفہ لینے کی بات آئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ وظیفہ لینا چاہیے۔ اور سب سے پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ہی دیوان مرتب کرنے اور تاریخ نویسی کا مشورہ دیا جو قبول کیا گیا اور اس پر عمل کیا گیا۔

اموال کی تقسیم کا باقاعدہ اندراج:

جب خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں فتوحات ہوئیں اور مال کثرت سے آیا تو

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ لوگوں میں جو مال تقسیم ہو رہا ہے ہمیں اس کو لکھنا چاہیے تاکہ نہ کوئی محروم رہ سکے اور نہ ہی کوئی زیادہ لے سکے آپ رضی اللہ عنہ کے اس مشورہ پر عمل کر کے دیوان مرتب ہونا شروع ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الموت میں جب ان کو زخمی کیا گیا اور اسی زخم کی وجہ سے شہید بھی ہوگئے ان دنوں میں ایک شوریٰ بنائی جس کا مقصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد نئے خلیفہ کا تقرر کرنا تھا۔ اس شوریٰ کے ارکان کی تعداد چھ تھی۔ جن میں پہلا نمبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہی تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اسی شوریٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چنا۔

فتوحات کی چند جھلکیاں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمانوں نے بہت فتوحات حاصل کی لیکن بعض جگہوں پر مسلمانوں نے غیر مسلموں سے مصالحت کرلی تھیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوگئے تو سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت کو سنبھالا تو بعض ان لوگوں نے صلح کو توڑ دیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں صلح کی وجہ سے جزیہ دیتے تھے تو مسلمانوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ان علاقوں کو دوبارہ فتح کیا۔

اہل کوفہ کا مرکز جہاد "رے" اور "آذر بائیجان" تھا۔ جب امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تو آذر بائیجان کے لوگوں نے معاہدہ توڑ دیا اور جن باتوں پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مصالحت ہوئی تھی ان سے انکار کر دیا اور اپنے والی عقبہ بن فرقد سے بغاوت کر دی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو حکم دیا کہ ان پر چڑھائی کرو تو حضرت ولید بن عقبہ نے اپنے جرنیل سلمان بن ربیعہ کو مقدمۃ الجیش کے طور پر ایک دستہ کے ساتھ روانہ کیا اور خود مجاہدین کو لے کر ان کے تعاقب میں نکلے۔

جب آذر بائیجان والوں کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے آکر دوبارہ اپنی شرائط پر صلح کرنا چاہی جن پر پہلے ہوئی تھی اور اتباع کا بھی عہد کیا اس کے بعد ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن شبیل کی قیادت میں مجاہدین کا لشکر، موقان، ببر، اور طیلسان کی طرف روانہ کیا جہاں سے وہ بہت سامال غنیمت لے آئے پھر سلمان بن ربیعہ کو آرمینیہ روانہ کیا اور وہاں بھی کامیابی حاصل ہوئی۔

بعد میں جب آذر بائیجان والوں نے بغاوت کی تو سعید بن عاص (جو اس وقت کے حاکم تھے) نے عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا تو آپ نے ان کو شکست دے دی اور ان کے سرغنہ کو قتل کر دیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے "رے" کے متعلق ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے قرضہ بن کعب انصاری کی قیادت میں لشکر بھیجا ان کو فتح حاصل ہوئی۔ شام میں رومیوں کی شکست کے لیے ولید بن عقبہ کو خط لکھا کہ اپنے شامی بھائیوں کی مدد کرو، انہوں نے سلمان بن ربیعہ کی قیادت میں 8 ہزار مجاہدین کا لشکر بھیجا ان لوگوں نے شام کو دوبارہ فتح کر دیا۔

ابن عامر رضی اللہ عنہ نے فارس کا رخ کیا اور اسے فتح کیا شاہ ایران یزدجر بھاگ کر خراسان گیا جو بعد میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا تھا۔ 30 ھجری میں سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے طبرستان کا رخ کیا جہاں پر انہوں نے اول قومیس سے صلح کی پھر جرجان پہنچ کر ان سے دو لاکھ پر صلح کی پھر طمیسہ والوں سے قتال کیا اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت صلوٰۃ خوف بھی اس جنگ میں ادا کی۔

حضرت سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اس کے علاوہ باب بلنجر فتح ہوئے ابن عامر نے ان کے دور میں 32 ھجری میں مرو، روز، طالقان، فاریاب، جوزجان، اور تخارستان فتح کیے اس کے علاوہ جو علاقے فتح ہوئے ان میں سے چند نام یہ ہیں۔ بلخ والوں سے صلح فارس، کرمان، سجستان، خراسان کے بہت سے علاقے، آرمینیہ، شمشاط، ملطیہ کے قلعے فتح ہوئے۔

پہلا بحری لشکر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قبرص کی طرف روانہ کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے شرط لگائی کہ بیوی ساتھ لے جائیں گے اور بغیر قرعہ اندازی اور بغیر حکم کیے فوج لے جائیں گے یعنی اعلان کریں کہ جو جانا چاہے چلے اور جو نہیں جانا چاہتا اس پر کوئی جبر نہیں۔ انہوں نے اسے فتح کیا۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی فتوحات کا مختصر سا خلاصہ ہے۔

مظلومانہ شہادت:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں بے شمار فتوحات حاصل کی اور مسلمانوں کو خوب منظم اور مضبوط (کیا) بنایا لیکن نئے نئے لوگ مسلمان ہو رہے تھے نئی نسل کا ظہور ہو رہا تھا یہ نسل معاشرے میں مقام حاصل کرنے لگی تھی یہ صحابہ کرام کی اولاد نہ تھی ان کا دور صحابہ کے دور سے مختلف تھا ان کے اوصاف صحابہ کے اوصاف سے مختلف تھے۔

مسلمانوں کی پہلی نسل قوت ایمان اسلامی عقائد کا فہم سلیم اور کتاب وسنت پر مشتمل اسلامی نظام کی اتباع کی صفات سے مکمل طور پر (مشتمل) متصف تھی۔ یہ

خصوصیات اس نئی نسل میں بہت کم تھیں۔ اس وجہ سے اس نئی نسل کے اندر عصبیتیں ابھریں دور جاہلیت کے بہت سے اثرات ان میں پائے جاتے تھے۔

ان کی تربیت بھی اس طرح نہیں کی گئی تھی جس طرح کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اپنے ہاتھوں سے کی تھی اسی وجہ سے یہ نئی نسل اس صورت حال پر راضی نہ تھی جو سابقہ لوگوں نے اختیار کرر کھا تھا۔

لوگ آپس کے اختلافات کا شکار ہو گئے، جاہلیت کی عصبیت شروع ہوئی ان لوگوں میں جن کو صحابیت کا مرتبہ نہ مل سکا تھا اور بعد میں ایمان لایا اور بے شمار کار ہائے نمایاں انجام دیے یہ عصبیت ہوئی کہ قریشی نفوس ان پر قیادت کیوں کر رہے ہیں اس پر اختلافات شروع کیے یہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آخری دور تھا، اپنے گورنروں پر طعن و تشنیع کرنے اور ان کی اطاعت سے گریز کرنے لگے ان کی معزولی کا مطالبہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر نکیر کا سلسلہ بڑھنے لگا۔

اسلام میں وہ منافقین داخل ہونے لگے جو اپنے مقصد میں پہلے ناکام ہو چکے تھے اور ان کا کینہ بغض چالاکی اور مکاری بڑھ گئی تھی۔

ان کو فساد فی الارض کا موقع مل گیا اور ایسے حالات مل گئے جن میں یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے تھے ان فتنوں کو پھیلانے میں سبائی تحریک نے ہر اول دستہ کا کام کیا اور مصر کو اپنا مرکز بنا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اپنی تحریک کو منظم کرنا شروع کیا اور لوگوں کو مدینہ کی طرف خروج کرنے پر ابھارنا شروع کیا اور لوگوں سے کہا کہ (سیدنا) عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت کو غصب کیا ہے (کیونکہ) خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی وصی ہیں اس لیے خلافت کا حق ان کا ہے۔

اس نے مختلف صوبوں میں سازشیں شروع کر دیں اوراپنے مقصد میں کامیاب ہونے لگے امام ذہبی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن سباء کو مصر میں فتنہ بر انگیختہ کرنے والا گورنروں افسروں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف غم وغصہ اور بغاوت کا بیج بونے والا قرار دیا ہے۔

(تحقیق مواقف الصحابہ)

اس کے علاوہ ایک دھوکہ یہاں سے دیا کہ آپ کے خلاف صحابہ کرام نے خط لکھے ہیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا؛ علی رضی اللہ عنہ طلحہ رضی اللہ عنہ زبیر رضی اللہ عنہ کے نام تھے لوگ جب مدینہ پہنچے تو آپ نے تمام افواہوں اورالزامات کا پردہ چاک کر دیا جس کی وجہ سے ابتداء دیہاتیوں کی جماعت کو بتایا گیا کہ تمہارے ساتھ جعل سازی ہوئی۔

لیکن جب باغیوں نے اپنے منصوبے کو منظم کر دیااورآپ پر حملہ کرنے کے منصوبے پر متفق ہوئے توحج کے موسم میں حاجیوں کے ساتھ نکلے اور مدینہ آکر حاجیوں سے الگ ہوگئے، آپ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر حج بنا کر بھیجا اس سفر حج میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی روانہ تھیں ان حجاج کے جانے کے بعد چونکہ مدینہ خالی ہونے لگا توباغیوں نے اس وقت کو غنیمت سمجھ کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا آپ کا محاصرہ کیااور کھانا پانی تک بند کر دیا چالیس دن تک محاصرہ رہابالآخر ان لوگوں نے دروازے کو آگ لگائی اور حملہ آور ہوئے لیکن دروازے پر کھڑی صحابہ کی جماعت نے ڈٹ کر مقابلہ کیالیکن حب آپ کواس کی خبر ہوئی توانہوں نے صحابہ کرام کولڑائی سے روک لیا کہ مدینہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کا شہر ہے اس کو میں خون سے رنگین نہیں کرنا چاہتا اور سب کو اپنے گھروں کی طرف لوٹنے کا حکم دیا سوائے اہل خانہ کے اور سب لوگ اپنے گھروں کو لوٹ گئے تو دشمنوں نے دیوار پھلانگ کر آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور آپ اس وقت قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف تھے۔

دوسری جانب آپ نے دفاع کرنے والوں کو عدم قتال پر مطمئن کر دیا اوران کو اپنے گھروں کی طرف بھیجوادیا جب سب لوگ چلے گئے تو باغیوں میں سے ایک آدمی داخل ہوا جس کا نام کالی موت تھا اس نے آپ رضی اللہ عنہ کا گلہ گھونٹا اس سے آپ بے ہوش ہوگئے وہ سمجھا کہ آپ شہید ہوگئے ہیں ۔

ایک باغی داخل ہوا جس کے پاس تلوار تھی اس نے وار کیا آپ نے اس کے وار کو ہاتھ سے روکا تو ہاتھ کٹ گیا فرمایا یہ پہلا ہاتھ ہے جس نے تمام وحی مفصل کتابت کی، اس کے بعد غافقی بن حرب آگے بڑا اور لوہے کا ڈنڈا سر پر مارا جس سے کون کا فوارہ نکلا اور قرآن کی آیت فسیکفیکھم اللہ پر پڑا۔

ان کے سب کے بعد سودان بن حمران آیا جس کے ہاتھ میں تلوار تھی اس نے آپ پر تلوار چلانا چاہی تو ان کی بیوی حضرت نائلہ نے تلوار کو پکڑلی جب اس نے کھینچی تو ان کی انگلیاں کٹ گئی تھیں پھر آپ کے پیٹ میں تلوار گھونپ دی اور شہید کر دیا بعض نے غافقی بن حرب کے بجائے لاٹھی مارنے والے کا نام رومان یمانی لکھا ہے۔ آپ کو اس حال میں شہید کر دیا گیا۔انا للہ وانا الیہ راجعون

تاریخِ شہادت :

سن 35 ھجری ذوالحجہ کا مہینہ 18 تاریخ اور جمعہ کے دن روزے کی حالت میں آپ کو شہید کیا گیا۔

جمرات پر کنکریاں مارنے کے اہم مسائل

...... مفتی نجیب احمد قاسمی، ریاض

رَمی: جمرات پر کنکریاں مارنے کو رمی کہتے ہیں۔

جَمَرات: یہ منیٰ میں تین مشہور مقام ہیں جہاں اب دیوار کی شکل میں بڑے بڑے ستون بنے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم، نبی اکرم ﷺ کے طریقہ اور حضرات ابراہیم علیہ السلام کی اتباع میں ان تین جگہوں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ ان میں سے جو مسجد خیف کے قریب ہے جمرہ اولیٰ، اسکے بعد بیچ والے جمرہ کو جمرہ وسطی اور اس کے بعد مکہ مکرمہ کی طرف آخری جمرہ کو جمرہ عقبہ یا جمرہ کبری کہا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شیطان نے ان تین مقامات پر بہکانے کی کوشش کی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان تین مقامات پر شیطان کو کنکریاں ماری تھیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس عمل کو قیامت تک آنے والے حاجیوں کے لئے لازم قرار دے دیا۔ حجاج کرام بظاہر جمرات پر کنکریاں مارتے ہیں لیکن درحقیقت شیطان کو اس عمل کے ذریعہ دھتکارا جاتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے اَلشَّیْطَانَ تَرْجُمُوْنَ وَمِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ تَتَّبِعُوْنَ۔

(رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم واللفظ لہ وقال صحیح علی شرطہما)

رَمی کا حکم: رمی یعنی جمرات پر کنکریاں مارنا حج کے واجبات میں سے ہے یعنی اس کے ترک پر دم لازم ہوگا۔ دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو رمی کرنا (یعنی 49 کنکریاں مارنا) ہر حاجی کے لئے ضروری ہے۔ تیرہویں ذی الحجہ کی رمی (یعنی 21 کنکریاں مارنا) اختیاری ہے، اگر ۱۲ ذی الحجہ کے بعد آنے والی رات میں منی میں قیام کیا

تو پھر 13 ذی الحجہ کو رمی (یعنی 21 کنکریاں مارنا) ضروری ہو گی، اس طرح 13 ذی الحجہ تک 70 کنکریاں استعمال میں آئیں گی۔

رَمی کی فضیلت: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِذَا رَمَيتَ الْجِمَارَ كَانَ لَكَ نُوراً يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

(رواہ البزاز۔ صحیح الترغیب ۱۱۵۷)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے جمرات پر کنکریاں ماریں اس کے لئے کل قیامت کے دن ایک نور ہو گا۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وَأَمَّا رَمْيُكَ الْجِمَارَ فَلَكَ بِكُلِّ حَصَاةٍ رَمَيْتَهَا تَكْفِيرُ كَبِيرَةٍ مِّنَ الْمُوبِقَاتِ۔

(رواہ الطبرانی فی الکبیر والبزاز وابن حبان فی صحیحہ وکذلک رواہ الطبرانی فی الاوسط)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمرہ پر ہر کنکری مارنے سے ایک بڑے گناہ کی معافی ہوتی ہے۔

کنکریاں چننا: مزدلفہ سے منی روانگی کے وقت بڑے چنے کے برابر کنکریاں چن لیں لیکن کنکریوں کا مزدلفہ ہی سے اٹھانا ضروری نہیں بلکہ منی سے بھی اٹھا سکتے ہیں

10 ذی الحجہ: کو صرف جمرۂ عقبہ پر سات کنکریاں مارنا ضروری ہے۔

رمی کا وقت: 10 ذی الحجہ کو کنکری مارنے کا مسنون وقت' طلوعِ آفتاب سے زوال تک ہے، البتہ غروبِ آفتاب تک بھی بغیر کسی کراہیت کے کنکریاں ماری جا سکتی ہیں۔ اگر غروب آفتاب تک بھی رمی نہ کر سکے تو صبح تک بھی رمی کی جا سکتی ہیں۔ بعض علماء کرام نے 10 ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بجائے صبح صادق سے ہی کنکریاں مارنے کی اجازت دی ہے۔ غرضیکہ 10 ذی الحجہ کو تقریباً 24 گھنٹے رمی کی جا سکتی ہے۔

رمی کا طریقہ: منیٰ پہنچ کر سب سے پہلے بڑے اور آخری جمرہ کو سات کنکریاں ماریں، کنکریاں مارنے کا طریقہ یہ ہے کہ بڑے جمرے سے تھوڑے فاصلہ پر کھڑے ہوں اور سات دفعہ میں داہنے ہاتھ سے سات کنکریاں ماریں، ہر مرتبہ بسم اللہ، اللہ اکبر کہیں۔

دوسرے کی طرف سے رمی کرنے کا طریقہ: دسویں تاریخ کو دوسرے کی طرف سے رمی کرنے (کنکریاں مارنے) کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اپنی طرف سے اپنی سات کنکریاں ماریں، پھر دوسرے کی طرف سے سات کنکریاں ماریں۔

11 اور 12 ذی الحجہ: 11 اور 12 ذی الحجہ کو تینوں جمرات پر کنکریاں مارنا واجب ہے۔

رمی کا وقت: دونوں دن تینوں جمرات کو کنکریاں مارنے کا مسنون وقت زوال آفتاب سے غروبِ آفتاب تک ہے۔ اگر غروب آفتاب تک رمی نہیں کر سکے تو رات میں بھی صبح سے پہلے تک کنکریاں ماری جاسکتی ہیں۔

رمی کا طریقہ: سب سے پہلے چھوٹے جمرہ (جو مسجد خیف کی طرف ہے) پر سات کنکریاں سات دفعہ میں بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ماریں۔ اس کے بعد تھوڑا آگے بڑھ کر دائیں یا بائیں جانب ہو جائیں اور قبلہ رخ ہو کر ہاتھ اٹھا کر خوب دعائیں کریں۔ اس کے بعد بیچ والے جمرہ پر سات کنکریاں ماریں اور بائیں یا دائیں جانب ہو کر خوب دعائیں کریں۔ پھر آخر میں تیسرے اور بڑے جمرہ پر سات کنکریاں ماریں اور بغیر دعا کے چلے جائیں۔

(نوٹ): گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کو زوال سے پہلے کنکریاں مارنا جائز نہیں ہے۔ زوال سے پہلے مارنے کی صورت میں دوبارہ زوال کے بعد کنکریاں مارنی

ہوں گی ورنہ دم لازم ہو گا۔ کسی بھی مکتب فکر نے 11 اور 12 ذی الحجہ کو زوال سے قبل رمی کرنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ جب زوال آفتاب سے صبح تک یعنی تقریباً 17 گھنٹے تک رمی کی جاسکتی ہے نیز رات میں جمرات پر کوئی ازدحام بھی نہیں ہوتا ہے تو زوال سے قبل رمی کی گنجائش کی بات کرنا صحیح نہیں ہے۔

دوسرے کی طرف سے کنکریاں مارنا: گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں کو دوسرے کی طرف سے کنکریاں مارنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک جمرہ پر اپنی سات کنکریاں مارنے کے بعد دوسرے کی طرف سے کنکریاں ماریں۔

مکہ مکرمہ کو واپسی: 12 ذی الحجہ کو تینوں جمرات پر کنکریاں مارنے کے بعد منی سے جاسکتے ہیں لیکن سورج غروب ہونے سے پہلے روانہ ہو جائیں۔

(وضاحت): اگر بارہویں کو منی سے جانے کا ارادہ ہے تو سورج غروب ہونے سے پہلے منی سے روانہ ہو جائیں۔ غروبِ آفتاب کے بعد تیرہویں کی کنکریاں مارے بغیر جانا مکروہ ہے، گو تیرہویں کی کنکریاں مارنا حضرت امام ابو حنیفہؒ کی رائے کے مطابق واجب نہ ہو گی، لیکن اگر تیرہویں کی صبح صادق منی میں ہو گئی تو تیرہویں کی رمی (کنکریاں مارنا) ضروری ہو جائے گی، اب اگر کنکریاں مارے بغیر جائیں گے تو دم لازم ہو گا۔ دیگر علماء کی رائے کے مطابق اگر 12 ذی الحجہ کو غروبِ آفتاب منی میں ہو گیا تو 13 ذی الحجہ کی کنکریاں مارنا واجب ہو گیا۔ لیکن اگر کوئی شخص 12 ذی الحجہ کو منی سے روانہ ہونے کے لئے بالکل مستعد ہے مگر ازدحام کی وجہ سے تاخیر ہو گئی اور سورج غروب ہو گیا تو وہ بغیر کسی کراہیت کے منی سے جاسکتا ہے، اس کے لئے 13 ذی الحجہ کو کنکریاں مارنا ضروری نہیں ہے۔

13 ذی الحجہ: اگر آپ 12 ذی الحجہ کو کنکریاں مارنے کے بعد منی سے چلے گئے

تو آج کے دن کی رمی ضروری نہیں ہے، لیکن اگر آپ 13 ذی الحجہ کو کنکریاں مار کر ہی واپس ہونا چاہتے ہیں جیسا کہ افضل ہے تو 12 ذی الحجہ کے بعد آنے والی رات کو منی میں قیام کریں اور 13 ذی الحجہ کو تینوں جمرات پر زوال کے بعد 11 اور 12 ذی الحجہ کی طرح سات سات کنکریاں ماریں پھر چلے جائیں۔ بعض علماء کرام کی رائے کے مطابق صرف تیرہویں ذی الحجہ کو زوال سے پہلے بھی کنکریاں ماری جاسکتی ہیں کیونکہ تیرہویں ذی الحجہ کو صرف سورج کے غروب ہونے تک کنکریاں مارسکتے ہیں۔ مگر بہتر یہی ہے کہ تیرہویں ذی الحجہ کو بھی زوال کے بعد ہی کنکریاں ماریں۔

چند وضاحتیں:

- تلبیہ جو احرام باندھنے سے برابر پڑھ رہے تھے، دسویں ذی الحجہ کو بڑے جمرہ پر پہلی کنکری مارنے کے ساتھ ہی بند کر دیں۔
- دسویں ذی الحجہ کو صرف بڑے جمرہ (جو مکہ مکرمہ کی طرف ہے) کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔
- ایک دفعہ میں ساتوں کنکریاں مارنے پر ایک ہی شمار ہوگی، لہذا چھ کنکریاں اور ماریں ورنہ دم لازم ہوگا۔
- کنکری کا جمرہ پر لگنا ضروری نہیں بلکہ حوض میں گر جائے تب بھی کافی ہے کیونکہ اصل حوض میں ہی گرنا ہے۔
- کنکریاں چنے کے برابر یا اس سے کچھ بڑی ہونی چاہئیں۔
- کنکریاں مارتے وقت اگر مکہ مکرمہ آپ کے بائیں جانب اور منی دائیں جانب ہو تو بہتر ہے۔
- کنکریاں مارنے کے وقت کسی بھی طرح کی کوئی پریشانی آئے تو اس پر صبر کریں،

لڑائی جھگڑا ہر گز نہ کریں۔

- عورتیں اور کمزور لوگ ازدحام کے اوقات میں کنکریاں نہ ماریں بلکہ زوال کے بعد بھیڑ کم ہونے پر یارات کو کنکریاں ماریں، کیونکہ اپنی جان کو خطرے میں ڈالنا مناسب نہیں، نیز اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ سہولت اور رخصت پر بھی خوش دلی سے عمل کرنا چاہئے۔
- رمی کے وقت مخصوص ہیئت یا حالت لازم نہیں ہے، لہذا چلتے ہوئے یا کھڑے ہوئے یا کسی چیز پر بیٹھے ہوئے، طہارت یا بغیر طہارت، استقبال قبلہ اور بغیر استقبال قبلہ ہر طرح سے رمی کرنا جائز ہے۔
- اگر کنکری کے حوض میں گرنے پر شک پیدا ہو گیا یا کنکریوں کی تعداد میں شک ہو گیا تو بہتر ہے کہ شک والی کنکری کو دوبارہ ماردیں۔
- اگر تمام دنوں کی رمی (کنکریاں مارنا) بالکل ترک کر دیں یا ایک دن کی ساری یا اکثر کنکریاں ترک کر دیں تو دم واجب ہو گا۔ اور اگر ایک دن کی رمی سے تھوڑی کنکریاں مثلاً پہلے دن کی تین اور باقی دن کی دس کنکریاں چھوڑ دیں تو ہر کنکری کے بدلہ میں صدقۂ فطر یا اس کی قیمت ادا کرنا واجب ہو گی۔

(تنبیہ):

آج کل بعض خواتین خود جا کر کنکریاں نہیں مارتیں بلکہ ان کے محرم یا شوہر ان کی طرف سے بھی کنکریاں ماردیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ بغیر عذرِ شرعی کے کسی دوسرے سے رمی کرانا جائز نہیں ہے، اس سے دم واجب ہو گا۔ ہاں وہ لوگ جو جمرات تک پیدل چل کر جانے کی طاقت نہیں رکھتے یا بہت مریض یا کمزور ہیں تو ایسے لوگوں کی جانب سے کنکریاں ماری جاسکتی ہیں۔

گھر کے بھیدی: قسط نمبر 3

فرقہ اہل حدیث

سابق اہل حدیث مسعود احمد B.S.C کی نظر میں

...... مولانا محمد نواز فیصل آبادی حفظہ اللہ

قارئین کرام! ہم چند ان فرقوں اور فتنوں کے بارے میں ایک سلسلہ بنام "گھر کے بھیدی" شروع کررہے ہیں۔ جنہوں نے ام الفتن غیر مقلدیت کی کوکھ سے جنم لیا اس سلسلے کی پہلی کڑی جناب مسعود احمد B.S.C کی روداد ہے۔ آیئے ملاحظہ کرتے ہیں

اہل حدیث ایک فرقہ وارانہ نام:

جب مسعود احمد بی ایس سی خود فرقہ اہل حدیث میں شامل تھا تو قرآن و سنت سے اس کا ثبوت پیش کرنے کے لیے خود ہاتھ پاؤں مارا کرتا تھا، لیکن اس فرقہ سے علیحدگی کے بعد اہل حدیث نام کو فرقہ وارانہ نام قرار دینے لگا، چنانچہ لکھتے ہیں:

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ صرف قرآن مجید اور حدیث شریف کے ماننے کے مدعی ہیں ذرا اپنے فرقہ وارانہ نام (اہل حدیث) کا ثبوت تو قرآن مجید یا حدیث شریف سے دیجیے! تو قرآن مجید کے نام کا ثبوت دیتے ہیں جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ہم قرآن مجید کے نام کا ثبوت نہیں مانگتے ہم تو آپ فرقہ وارانہ نام کا ثبوت مانگتے ہیں تو کہتے ہیں آپ قرآن مجید کے منکر ہیں؟ ان لوگوں کو دعویٰ ہے کہ اہل حدیث نام قرآن مجید یا حدیث شریف میں ہے لیکن اس دعوے کے ثبوت میں وہ آج تک کوئی دلیل نہ پیش کرسکے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ایک صحابی کا قول پیش کرتے ہیں جو انہوں

نے طلباء سے کہا تھا حالانکہ اس قول میں عوام کو اس نام سے پکارنے کی کوئی دلیل نہیں۔ مزید بر آں صحابہ کے اس قول کی سند میں ایک راوی ابوہارون العبدی بقول امام بخاری کذاب ہے پھر بھی یہ لوگ اس جعلی قول کو پیش کرتے ہیں ان کا اس بناوٹی قول کا سہارا لینا انتہائی افسوسناک ہے۔

فرقہ غرباء اہل حدیث کا آپریشن:

مسعود احمد بی ایس سی پہلے خود اس فرقہ کے ذیل فرقہ غرباء اہل حدیث کا ایک فرد تھا لیکن علیحدہ ہونے کے بعد اس کے متعلق لکھتے ہیں:

ان میں ایک ذیلی فرقہ اور نکل آیا ہے اس نے اس فرقہ وارانہ نام کے ساتھ ایک لفظ غرباء اور بڑھا لیا ہے معلوم نہیں اب یہ اضافہ شدہ نام اصلی نام ہے یا بغیر اضافہ کا نام اصلی ہے۔ تقلید اتنی رچ گئی ہے کہ پوچھتا کوئی نہیں، تقلید کی اس شدت پر اب تو انہی کے سنجیدہ عالم چیخ اٹھے لیکن نتیجہ کچھ نہیں۔

(ذہن پرستی ص106)

غیر مقلدین میں تقلید کی شدت ذہن پرستی کے کرشمے:

اس عنوان کے تحت سابق اہل حدیث مسعود احمد بی ایس سی لکھتے ہیں: ایک فرقہ غیر مقلد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کے دعویٰ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں کہیں تقلید کا نام و نشان نہیں ہوگا لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اس فرقہ کا حال یہ ہے کہ قرون اولیٰ کے ائمہ کی تقلید کو حرام بلکہ شرک کہتا ہے لیکن ماضی قریب یا دور حاضر کے علماء کے فتووں اور قیاس پر بے دلیل اور بلا تامل عمل کرتا ہے۔ اور طرفہ یہ کہ ان علماء کی تقلید کو تقلید نہیں سمجھتا۔

(ذہن پرستی ص103)

مزید لکھتے ہیں:

دوسرے اگر ائمہ دین کی تقلید کرتے ہیں تو یہ انہیں مشرک کہتے ہیں لیکن جب اپنے علماء کا معاملہ آتا ہے ان کی تقلید کرنے والوں کو مشرک نہیں کہتے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے

ع کرے غیر بت کی پوجا تو کافر

کتنی حیرت کی بات ہے کہ اگر کسی امام کا فتویٰ پیش کیا جائے تو اس کے ثبوت میں حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن ماضی قریب یا اپنے دور اور اپنے علاقہ کے علماء کے فتووں کو بے دلیل تسلیم کرتے ہیں اور جو تسلیم نہ کرے اسے برا سمجھتے ہیں۔

(ذہن پرستی ص103،104)

اس کے بعد موصوف نے تقریباً بیس ایسے اعمال کا تذکرہ کیا ہے کہ جو بقول مسعود احمد کے بدعات میں داخل ہیں اور فرقہ اہل حدیث کے افراد ان میں مبتلاء ہیں اس کے بعد لکھا ہے:

بہر حال جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں اور کر رہے ہیں نام قرآن مجید اور حدیث نبوی ہی کا لیتے ہیں لیکن اپنے ان اقوال وافعال پر قرآن مجید اور حدیث نبوی سے کوئی ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے عجز پر پردہ ڈالنے کے قیاس کا دفاعی ہتھیار انہیں ایجاد کرنا پڑا۔

(ذہن پرستی ص108)

انہیں بیس بدعات کا حوالہ دیتے ہوئے مسعود احمد لکھتے ہیں: ذہن سازی کے نتیجے میں ذہن پرستی اتنی مستحکم ہوگئی ہے کہ الامان والحفیظ۔ اب کوئی ان سے منوائے تو کیسے منوائے؟ ان میں چند لوگ ایسے ہیں جو مندرجہ بالا بدعات کو بدعات سمجھتے ہیں اور

صاف کہتے ہیں کہ ہم ان علماء کے مقلد نہیں لیکن ان سے عقیدتا اس قدر منسلک ہیں
کہ ان سے بیزاری کا اظہار بھی نہیں کرتے۔

(ذہن پرستی ص109)

بدعات پر اڑے رہنا ان کا شیوہ بن گیا:

بدعات پر اڑے رہنا فرقہ اہل حدیث کے افراد کا شیوہ بن گیا مسعود احمد اسی
تاثر کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وہ جماعت جو اپنے خود ساختہ نام پر نازاں اور قرآن حدیث پر براہ راست
عمل کرنے کی مدعی تھی تقلید میں گرفتار ہو چکی تھی اس جماعت کے افراد بھی کسی ایسی
سچی بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے جو انہوں نے پہلے سے سن رکھی ہو نہ کسی ایسی
چیز کو چھوڑنے کے لیے تیار تھے جو بعض علماء کے غلط فتووں کی وجہ سے رواج پا گئی ہو
اور جس کی پشت پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل موجود نہ ہو یعنی غیر معروف سنتوں
سے نفرت اور بدعات پر اڑے رہنا ان کا شیوہ بن گیا تھا۔

(فساد امت ص2)

فرقہ اہل حدیث کا مذہب اسلام نہیں:

فرقہ اہل حدیث کے افراد اپنی ذہنی آوارگی کی بناء پر اہل السنۃ والجماعۃ پر
مشرک اور بے دینی کے فتوے جڑتے ہیں اور مسعود احمد نے مزید ترقی کرتے ہوئے
ساتھ فرقہ اہل حدیث کو بھی اسلام سے ہٹا ہوا فرقہ قرار دیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

اہل حدیث بھی نہیں کہتے کہ ان کے مذہب کا انکار کفر ہے لیکن یہ سب
مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام کا انکار کفر ہے اس کے صاف اور صریح معنیٰ یہ ہیں کہ
اسلام میں اور ان کے مذہب میں فرق ہے اگر ان کے مذہب بھی عین اسلام ہوتے تو

وہ ضرور کہتے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے اس کا انکار کفر ہے۔

(رسالہ جماعت المسلمین کا تعاف دعوت عقائد ص 3)

اہل السنت والجماعت کی چار شاخیں ہیں ان میں اجتہادی اختلاف تو صحابہ کی طرح موجود ہے لیکن اصولی اختلاف نہیں ہے اس وجہ سے چاروں شاخیں: حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ناجی جماعت اہل السنت والجماعت میں شامل ہیں۔ مستقل فرقے نہیں ہیں۔ لیکن مسعود احمد نے اپنی جہالت کی بناء پر انہیں الگ الگ فرقے شمار کر کے غیر مقلدوں کے ساتھ ملا کر اسلام سے خارج قرار دیا ہے فرقہ اہل حدیث کے افراد اور فرقہ جماعت المسلمین کے افراد کا آپس میں اللہ واسطے کا بیر ہے بانی فرقہ جماعت المسلمین مسعود احمد اس اختلاف میں ساتھ اہل السنت والجماعت کا افراد کو گھسیٹ لایا اور ان کو بھی اسلام سے خارج کہنے لگا، چنانچہ لکھتے ہیں:

ہم تو ان فرقوں کا ذکر کر رہے ہیں جو اسلام کے قریب مانے جاتے ہیں حالانکہ وہ بھی قریب نہیں ہیں ان فرقوں سے ہماری مراد اہل سنت کے پانچ فرقے ہیں یعنی اہل حدیث، حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی۔

(رسالہ مذاہب خمسہ مندرجہ جماعت المسلمین کی دعوات ص 118)

یہ سب غلو کا نتیجہ ہے غیر مقلد ہماری مخالفت میں حد اعتدال سے نکلے تو مسعود احمد ان سے علیحدہ ہو کر ان کی تردید میں بھی حد اعتدال سے نکل گیا۔

ترکِ سنت اور فرقہ اہل حدیث:

عموماً غیر مقلد سنت کی ناقدری کرتے ہوئے اس پر عمل کا اہتمام نہیں کرتے اگر عمل کرنے کو کہا جائے تو کہتے ہیں کہ سنت ہی تو ہے فرض تو نہیں۔ لہٰذا اس کے چھوڑنے سے مواخذہ بھی نہ ہو گا۔ چنانچہ اسی قسم کا ایک فتویٰ غیر مقلدوں کے

مذہبی پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری کا بھی ہے جو یہاں مع سوال کے درج ذیل ہے:

سوال: کوئی شخص فرض نماز ادا کرے اور سنت موکدہ یا غیر موکدہ ترک کر دے تو خدا کے پاس اس ترک سنت کا مواخذہ ہو گا؟

جواب: سنتوں کی وضع رفع درجات کے لیے ہے ترک سنن سے رفع درجات میں کمی رہتی ہے مواخذہ نہیں ہو گا ان شاء اللہ۔

(فتاوی ثنائیہ ج1 ص626)

مسعود احمد بی ایس سی بھی اسی بات پر پکڑ کرتے ہوئے غیر مقلدوں کے متعلق لکھتا ہے: اکثر لوگوں کا یہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ ترک سنت گناہ نہیں سنت مثل نفل کے ہے۔ مثلاً محمد صادق صاحب لکھتے ہیں واضح ہو کہ سنت، نفل، مندوب مستحب مرغب فیہ حسن یہ تمام الفاظ ہم معنی اور مترادف ہیں جو عبادت نافلہ غیر فرض پر بولے جاتے ہیں۔ (صلوٰۃ الرسول ص346)

یہ عقیدہ اتنا گمراہ کن تھا اور ہے کہ اسلام کے ضابطے اور آداب کالعدم ہو کر رہ گئے۔ سنتیں چھوڑی جارہی تھیں اور یہ کہہ کر چھوڑی جارہی تھی کہ سنت ہی تو ہے فرض تو نہیں اس طرح علی الاعلان سنت کا استخفاف ہو رہا تھا۔ (فساد امت ص4)

سنت کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے فرقہ اہل حدیث کے افراد کی مسجدوں میں فرضوں کے بعد لوگ مسجدوں سے اس طرح نکلتے ہیں جیسے پنجرے میں قید پرندہ اس کے کھلنے کے بعد تیزی سے نکلتا ہے۔

فرقہ اہل حدیث میں ننگے سر نماز پڑھنے کا رواج قرآن و سنت کے خلاف ہے:

فرقہ اہل حدیث کے افراد میں ننگے سر نماز پڑھنے کا رواج عام ہے حالانکہ سر

ڈھانپ کر نماز پڑھنا سنت ہے عمامہ کے استعمال سے عوام تو عوام خواص کو بھی چڑ ہے ان حضرات کو رفع یدین کی احادیث سے تو دلچسپی ہے لیکن عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی احادیث میں کوئی دلچسپی نہیں۔ یہ وہ سنت ہے کہ جس کو مجموعی طور پر اس فرقہ نے چھوڑ رکھا ہے۔ مسعود احمد بی ایس سی نے ان حضرات سے الگ ہو کر اسی بات کی تردید کے لیے ایک رسالہ نماز اور زینت کے نام سے لکھا ہے جس میں سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کو نماز کی زینت قرار دے کر فرقہ اہل حدیث کی تردید کی ہے کہ وہ نماز پڑھتے وقت ننگے سر رکھ کر زینت والے حکم چھوڑے ہوئے ہیں چنانچہ لکھتے ہے:

1: جو لوگ اللہ تعالی کی زینت بخش چیزوں کو حرام کر لیتے ہیں اللہ تعالی ان سے خوش نہیں اللہ عزوجل کو یہ بات پسند نہیں کہ جس چیز کو اللہ تعالی زینت کے طور پر اپنے بندوں کے لیے پیدا کرے بندے اس کو اپنے اوپر حرام کر لیں اور ترک زینت کو نیکی سمجھنے لگیں۔

2: اللہ تعالی چاہتا ہے کہ جن زینت دینے والی چیزوں کو اس نے بندوں کے لیے پیدا کیا ہے بندے انہیں استعمال کریں اور ان اللہ جمیل یحب الجمال کی عملی تصویر بن جائیں۔

(نماز اور زینت ص 5،6)

اس سے اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں: جب اللہ تعالی ہر حال میں خوبصورتی اور خوبصورت لباس کو پسند کرتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ خاص اس حالت میں جب کہ بندے اس کے دربار میں حاضری دیں خوبصورت لباس کو پسند نہ کرے؟

(نماز اور زینت ص 7)

مزید لکھتے ہیں: جوتی اور ٹوپی یا عمامہ وغیرہ یہ سب لباس کامل کے اجزاء اور

زینت کی چیزیں ہیں لہٰذا ان سب کو پہن کر نماز پڑھنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔اب اگر کسی حدیث سے یہ ثابت ہو جائے کہ جوتی اور ٹوپی یا عمامہ زینت کے ایسے ضروری اجزاء نہیں ہیں کہ ان کے بغیر نماز پڑھنا ناجائز ہو تو پھر یہ چیزیں آیت کے حکم سے مستثنیٰ ہو جائیں گی۔

جوتی کیونکہ عموماً فرش فروش، بستروں اور جانمازوں پر زینت شمار نہیں ہوتی لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زینت کی ضروری اشیاء سے مستثنیٰ کر دیا۔

(نماز اور زینت ص8)

اس سے کچھ آگے لکھتے ہیں: بالفرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتی کو نماز میں زینت کے ضروری اجزاء سے مستثنیٰ کر دیا ٹوپی یا عمامہ کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا اور کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ننگے سر نماز پڑھی ہو خصوصاً ایسی صورت میں کہ آپ کے پاس ٹوپی یا عمامہ موجود ہو لہٰذا عمامہ یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا آیت مذکورہ بالا کے لحاظ سے ضروری ہے۔

(نماز اور زینت ص9)

اگر کوئی غیر مقلد کپڑا یا ٹوپی ہونے کے باوجود ننگے سر نماز پڑھے تو اس پر کوئی اعتراض کرے کہ آپ کپڑا ہونے کے باوجود ننگے سر نماز کیوں پڑھ رہے ہیں تو فوراً کہا جاتا ہے کہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا ضروری تو نہیں اس کے بغیر بھی نماز ہو جاتی ہے یہ ہم بھی کہتے ہیں کہ سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا ضروری نہیں لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ کپڑا ہونے کے باوجود ننگے سر نماز پڑھی جائے یا اس کی عادت بنالی جائے اس کی عادت بنالینا تو یقیناً خلاف سنت اور بدعت ہے۔

اور غیر مقلدیت چونکہ ذہنی آوارگی کا نام ہے اس لیے ان میں افراط اور

تفریط کا عام رواج ہو گیا کہ ایک طرف فرقہ اہل حدیث کے افراد ننگے سر نماز پڑھنے کو رواج دے رہے ہیں۔

تو دوسری طرف مسعود احمد اور اس کی فرقی جماعت المسلمین سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کو فرض کہہ رہے ہیں حالانکہ یہ بھی غلط ہے پھر چونکہ ہر عمل کا رد عمل ہوتا ہے۔ ننگے سر نماز پڑھنے کی عادت خلاف سنت ہے اور سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کے فرض ہونے کا موقف اس کا رد عمل ہے۔

فرقہ اہل حدیث کے افراد فرقہ جماعت المسلمین کے افراد کو غلط کہتے ہیں اور فرقہ جماعت المسلمین کے افراد فرقہ اہل حدیث کے افراد کو غلط کہتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ تم دونوں ٹھیک کہتے ہو۔

فرقہ اہل حدیث کے افراد ننگے سر نماز پڑھنے کے ثبوت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اس کا ثبوت پیش کرتے ہیں مسعود احمد بی ایس سی اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت جابر نے ننگے سر نماز پڑھی دوسرے یہ کہ صحابی کا قول یا فعل حجت شرعیہ نہیں ہے، خصوصاً ایسی صورت میں کہ وہ کسی صحیح حدیث کے خلاف ہو اور جب حدیث کے خلاف صحابی کا عمل یا قول حجت نہیں تو قران مجید کی آیت کے خلاف ہونے کی صورت میں تو وہ اور بھی زیادہ نا قابل حجت ہے۔

(نماز اور زینت ص9)

صحابی کا قول و فعل فرقہ اہل حدیث کے خلاف ہو تو اس کی تردید میں وہ حضرات یہی انداز اختیار کرتے ہیں جو کہ مسعود احمد نے اختیار کیا۔ اسے کہتے ہیں:

جیسا منہ ویسی۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (جاری ہے)

اسلام کے معاشرتی احکام

......مولانا محمد مبشر بدر

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

موجودہ معاشرے میں دینِ اسلام کو صرف نماز، روزہ اور دیگر عبادات میں بند کر دیا گیا ہے اور اسی کو ہی دین داری کا معیار سمجھا جا رہا ہے حالانکہ اسلام ایک مکمل دین ہے۔ اس میں صرف عبادات ہی نہیں بلکہ عقائد بھی ہیں معاملات کی ایک لمبی فہرست ہے۔ اخلاقیات کا وسیع باب موجود ہے جب کہ معاشرت سے آج کل بہت ہی زیادہ پہلو تہی کی جا رہی ہے حتیٰ کہ دین دار کہلانے والے طبقات میں بھی اس طرف سے بہت بے پرواہی برتی جا رہی ہے۔ آج منبر و محراب سے بھی اس موضوع پر خال خال ہی صدا سننے کو ملتی ہے ورنہ اکثر خطبات اس عنوان سے خالی ہوتے ہیں۔

آج باہمی اتفاق و اتحاد کی کمی کا سب سے بڑا سبب سوءِ معاشرت ہے۔ خاندانی نظام کا شیرازہ بکھرا ہوا ہے۔ بھائی بھائی سے دست و گریبان ہے۔ قلبی انقباض اور مزاجوں میں گرمی پیدا ہو گئی ہے۔ ہر طرف نفرتوں اور کدورتوں کے اندھیرے چھائے ہوئے ہیں۔ ان سب مسائل کی وجہ معاشرتی بگاڑ ہے۔ جب کہ قرآن و سنت میں معاشرتی زندگی گزارنے کے بہت ہی پیارے اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اگر ان اصولوں کو سامنے رکھ کر زندگی گزاری جائے تو پورا معاشرہ سکھ چین کی زندگی گزار سکتا ہے۔ خاندانی نظام میں جوڑ اور اتفاق پیدا ہو سکتا ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں مجلس سے متعلق ایک ادب بیان کیا گیا ہے: ”اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے جگہ میں کشادگی کر دو تو جگہ فراخ کر دی کرو اور جب

تم سے کہا جائے کہ کھڑے ہو جاؤ تو کھڑے ہو جایا کرو۔"

(سورہ مجادلہ آیت 11)

اسی طرح آقا علیہ السلام کا ارشاد پاک مروی ہے کہ دو شخصوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھنا حلال نہیں۔ خود آقا علیہ السلام مجلس کے آداب کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے چنانچہ جب آپ علیہ السلام کو چھینک آتی تو اپنا منہ ہاتھ یا کپڑے سے ڈہانک لیتے اور آواز پست فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اپنے ساتھی کی اس قدر رعایت رکھی جائے کہ اس کو سخت آواز سے وحشت واذیت نہ ہو۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم آپ علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہوتے تو جو جہاں جگہ پاتا وہیں بیٹھ جاتا یعنی لوگوں کو چیر پھاڑ کے آگے نہ بڑھتا۔

کسی کے گھر میں داخل ہونے سے متعلق اللہ تعالیٰ نے مبارک اصول بیان فرمائے ہیں، چنانچہ ارشاد ہے: "مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں گھر والوں سے اجازت لیے اور سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے شاید تم یاد رکھو۔"

(سورہ النور آیت:27)

ایک بار حضرت جابر رضی اللہ عنہ درِ اقدس پر حاضر ہوئے اور دروازہ کھٹکھٹایا، آپ نے پوچھا کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا "میں ہوں۔" آپ نے ناگواری سے فرمایا "میں ہوں، میں ہوں۔" اس سے معلوم ہوا کہ انسان کو صاف بات کہنی چاہیے تاکہ دوسرے کو سمجھنے یا پہچاننے میں دشواری نہ ہو۔ یہ اتنے پیارے اصول ہیں کہ اگر ان کا لحاظ کر کے زندگی گزاری جائے تو خاندانی نظام میں امن اور محبت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

اسی طرح گفتگو میں آداب کا لحاظ رکھنے سے بہت سے سماجی مسائل حل ہوسکتے ہیں۔ آج کل ہر کوئی جدید دور کے جدید تقاضوں میں اتنا الجھا ہوا ہے کہ سر کھجانے کو وقت نہیں ملتا، جب انسان شام کو تھکا ہارا اپنے گھر یا حلقۂ دوستاں میں آتا ہے تو تھکاوٹ کی وجہ سے مزاج میں سختی کا پیدا ہونا فطری عمل ہے جس کا اندازِ گفتگو پر گہرا اثر پڑتا ہے لیکن اگر اس نازک موقع پر ہم ان قرآنی ارشادات کو مد نظر رکھیں تو بہت حد تک تعلقات ٹوٹنے سے بچ سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لوگوں سے بھلی بات کہنا۔(سورۃ البقرہ)

ایک اور مقام پر فرمایا" اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو اور اپنی آواز آہستہ رکھو۔ بیشک سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔"(سورۃ لقمان)

دیکھیے کس طرح بات کرنے طریقہ سکھا دیا کہ بولنے میں آواز نیچی رہنی چاہیے۔ اونچی آواز میں اور گلا پھاڑ کر بات کرنا انتہائی نامناسب اور جانوروں کے مشابہہ عمل ہے۔

اسی طرح کھانا کھانے سے متعلق آقا علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ایک ساتھ کھانا کھاتے وقت دو دو چھوارے ایک دم نہیں لینا چاہییں تاوقتیکہ اپنے رفیقوں سے اجازت نہ لے لے۔"

اس حدیث مبارک میں ایک لطیف بات ارشاد فرمادی کہ محض بے تمیزی اور کھانے میں شریک دوسرے ساتھیوں کی ناگواری کے اندیشہ سے ایک ساتھ دو دو کھجوریں لینے سے منع فرمادیا۔

ایک مرتبہ آقا علیہ السلام کھانا تناول فرمارہے تھے آپ کے ساتھ ایک کم

عمر لڑکا کھانے میں شریک تھا جو کھانا کھانے میں مختلف جہات سے لقمے لے رہا تھا آپ علیہ السلام نے اس سے فرمایا اپنے سامنے سے کھاؤ۔

کس قدر ایک قیمتی ادب بیان فرمایا کہ بجائے پورے کھانے میں ہاتھ گھمانے کے اپنی طرف سے کھایا جائے تو اس سے سامنے والے کی طبیعت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور بدمزگی سے بچاؤ ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ ہاتھ دھو کر اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع فرماتے جب کھانا کھا چکتے تو اللہ کا شکر ادا کرتے۔

ایک جگہ آقا علیہ السلام کا ارشادِ مبارک ہے کہ ”لوگوں کے ساتھ کھانا کھاتے وقت گو پیٹ بھر جائے مگر جب تک دوسرے فارغ نہ ہو جائیں تب تک ہاتھ نہ کھینچے کیوں کہ اس سے دوسرا کھانا کھانے والا شرما کر ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ شاید اس کو ابھی کھانے کی حاجت باقی ہو۔“

مہمان نوازی بہت مبارک اور اللہ کو پسندیدہ عمل ہے اس میں بھی شریعت میں حد مقرر فرمادی اور مہمان کو تین دن سے زیادہ میزبان کے پاس اس کی مشقت کی وجہ سے رہنے سے منع فرمادیا۔

چنانچہ ارشاد فرمایا ”مہمان کے لیے حلال نہیں کہ میزبان کے پاس اتنا قیام کرے کہ وہ تنگ ہو جائے۔“ اس ارشاد میں ایسے امر پر ممانعت ہے جس سے دوسروں پر تنگی ہو۔

غور کیجئے کتنے مبارک اصول آپ علیہ السلام نے اپنی امت کو سکھائے ہیں۔
معاشرے میں جتنا بگاڑ پیدا ہو رہا ہے ان اصولوں کا لحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔
مریض کی تیمار داری کو عظیم نیکی ارشاد فرمایا گیا ہے لیکن اس میں بھی ایک

حد مقرر فرمادی کہ عیادت میں مریض کے پاس (اس کی مشقت کے پیشِ نظر) زیادہ دیر تک نہ بیٹھے تھوڑا بیٹھ کر اٹھ کھڑا ہو۔

آقا علیہ السلام نے نے صرف اپنے اقوال اور افعال اس کے اہتمام پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ خدام کی ذرا بے پرواہی پر ان کو صحیح آداب پر عمل کرنے پر مجبور بھی فرمایا چنانچہ ایک صحابی آپ کی خدمت میں ہدیہ لے کر بغیر سلام و اجازت کے داخل ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "باہر واپس جاؤ اور "السلام علیکم! کیا میں حاضر ہوں؟" کہہ کر حاضر ہو۔"

در حقیقت لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق کی اساس اور بنیاد یہی امر ہے کہ میرے قول و فعل سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے جس کی بنیاد پر انسانیت کو معاشرے میں زندگی گزارنے کے آداب سکھائے گئے ہیں۔

چنانچہ آقا ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں"

ظاہر سی بات ہے کہ معاشرہ افراد کے مجموعے کا نام ہے جس میں انسان باہم مل کر رہتے ہیں۔ یہاں ایک دوسرے سے معاملات پیش آتے ہیں۔ ایک انسان کی دوسرے انسان سے کچھ ضروریات وابستہ ہوتی ہیں کچھ تعلقات ہوتے ہیں، رشتہ داروں کے حقوق کی پاسداری کرنی ہوتی ہے۔

اس لیے شریعتِ مطہرہ میں اس باہمی رہن سہن کے کچھ آداب بیان کیے گئے ہیں، جن کا لحاظ کرنے سے معاشرے میں پھیلے بگاڑ پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بالایمان فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

ملفوظاتِ اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

✍......مولانا محمد علی ڈیروی

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص قربانی کرے بس تیسری رات کے بعد اس حال میں صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ بچا ہوا موجود ہو اس سے معلوم ہوا کہ قربانی کے تین ہی دن ہیں 10، 11، 12، اگرچہ بعد میں گوشت رکھنے کی اجازت فرما دی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی دس ذوالحجہ کے بعد دو دن ہے۔

موطا امام مالک ص 497

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ قربانی کے تین دن ہیں۔

المحلی ابن حزم ج7 ص 377

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ ذبح کرو مگر پختہ عمر کا جانور۔ صحیح مسلم

اور پختہ عمر کی تعریف فقہاء کے عرف میں یہ ہے کہ بکرا ایک سال کا ہو کر دوسرے سال میں قدم رکھے، گائے جو دو سال کی ہو کر تیسرے سال میں قدر رکھے اور اونٹ پانچ سال کا ہو کر چھٹے سال میں قدم رکھے۔

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک صاحب فرمانے لگے کہ مسنہ کا معنی ہے دو دانت والا۔ میں نے پوچھا کہ مسنہ واحد ہے کہ تثنیہ؟ وہ گھبرا کر بولا تثنیہ سب لوگ ہنس پڑے اور وہ بے چارا شرمندہ ہو کر رہ گیا پھر میں نے پوچھا جو جانور چار دانت والا ہو اور چھ دانت والا ہو اس کی قربانی جائز ہے؟ کہنے لگا بالکل جائز ہے۔ میں نے کہا

پھر تمہارا معنیٰ غلط ہو گیا کیونکہ تمہارے نزدیک معنی حدیث کا یہ ہے کہ نہ ذبح کرو مگر دوندا اور چار دانت والا اور چھ دانت والا تو دوندا نہیں کہلاتا وہ پھر خاموش ہو گیا۔

تجلیات صفدر ج5 ص298

حضرت اوکاڑوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک دن ایک صاحب مجھے کہنے لگے کہ اگر کسی مسئلہ تین امام ایک طرف ہوں اور ایک ایک طرف تو کس مسئلے پر عمل کرنا چاہیے؟ میں نے کہا اپنے امام کی تقلید کرنی چاہیے۔ کہنے لگا اگر چہ دوسری طرف تین ہوں، میں نے کہا آپ کے خلاف چار بھی ہوں تو آپ ان کی مخالفت سے نہیں ڈرتے چاروں اماموں کے ہاں ایک مجلس کی تین طلاقیں تین ہیں، اور یہ آپ کے خلاف ہیں۔ چاروں میں سے کسی کے ہاں باریک جرابوں پر مسح کرنے سے وضو نہیں ہوتا، آپ سب کے نزدیک بے وضو نماز میں پڑھ کر اپنی نمازیں ضائع کرتے ہیں، چاروں اماموں کے نزدیک مقتدی رکوع میں ملے تو اس کی رکعت پوری شمار ہوتی ہے، چاروں ائمہ نماز جنازہ آہستہ پڑھنے کے قائل ہیں۔ آپ سب کے خلاف ہیں۔

پھر میں نے پوچھا کہ آپ قربانی کا گوشت کھاتے ہیں؟ کہنے لگا ہاں۔ میں نے کہا کم و بیش ایک لاکھ تیئیس ہزار نبیوں کی شریعت میں قربانی کا گوشت کھانا جائز نہ تھا اور صرف ایک ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں جائز ہے، اب آپ ایک کی ہی مانتے ہیں یا سب کی؟ کہنے لگا کہ ہمیں تو صرف اپنے نبی کی تابعداری کرنی ہے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ دوسری طرف کتنے نبی ہیں؟ میں نے کہا ہمیں بھی اجتہادی مسائل میں اپنے ہی امام کی تقلید کرنی چاہیے ہمیں اس کی کیا ضرورت ہے کہ دوسری طرف کتنے امام ہیں؟ کہنے لگا وہ تو ناسخ و منسوخ کا مسئلہ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ میں نے کہا یہاں راجح و مرجوح کا مسئلہ اور مرجوح پر عمل جائز نہیں۔

شکایت کیسے درج کرائی جائے!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سہ ماہی ہر تین ماہ بعد 2 تاریخ تک آپ کی طرف روانہ کر دیا جاتا ہے۔ کبھی تاخیر ہو جائے یا بالکل ہی نہ مل پائے تو آپ ہمیں اپنی شکایت درج کرائیں ان شاء اللہ آپ کی شکایت کا ازالہ کیا جائے گا۔ (ادارہ)

طریقہ: نام۔۔۔۔رسید نمبر۔۔۔۔خریداری نمبر۔۔۔۔۔۔ایجنسی نمبر۔۔ایڈریس۔۔۔۔۔
تعداد رسالہ۔۔۔۔۔بابت ماہ۔۔۔۔۔کا رسالہ نہیں ملا۔

وضاحت:

[رسید نمبر] جب آپ نے رسالہ بک کرایا تھا اور رقم ادا کی تھی تو آپ کو دفتر کی جانب سے ایک رسید دی جاتی ہے۔ جس پر آپ کا نام اور علاقہ وغیرہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔

[خریداری نمبر] سے مراد یہ ہے کہ جب آپ کو رسالہ بھیجتا جاتا ہے تو آپ کے نام اور ایڈریس کے ساتھ خریداری نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

[ایجنسی نمبر] سے مراد یہ ہے کہ جب آپ کو زیادہ تعداد میں رسالہ بھیجا جاتا ہے تو آپ کے نام اور ایڈریس کے ساتھ ایجنسی نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مثلا: محمد نوید، رسید نمبر 345، خریداری 506، مکان نمبر 45، راجپوت اسٹریٹ، ڈاکخانہ لاڑکانہ، لاڑکانہ، عدد 1، اپریل 2014۔

خط لکھنے کے لیے: دفتر رسائل وجرائد مرکز اہل السنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا

ای میل ایڈریس: mag@ahnafmedia.com

میسج کرنے کے لیے: 03326311808

رقم بھیجنے کا طریقہ کار!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو ادارے کی جانب سے گزارش کی جاتی ہے کہ آپ کو ہر ماہ تسلسل کے ساتھ مطلوبہ رسائل بھیجے جارہے ہیں۔ آپ کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے ادارہ نے آپ کی طرف سے ادا شدہ رقم کو یقینی بنانے کے لیے ہدایات جاری کی ہیں۔ (ادارہ)

بذریعہ منی آرڈر:

دفتر رسائل وجرائد [قافلہ حق] مرکز اہل السنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا۔

نوٹ: منی آرڈر سلپ پر اپنا نام مکمل پتہ اور فون نمبر لکھنے کے ساتھ ساتھ مطلوبہ رسالے کا نام ضرور لکھیں اور اگر نیا رسالہ جاری کرانا ہے تو ساتھ بریکٹ میں (جدید) لکھیں اور اگر سابقہ بل ادا کرنا ہے تو بریکٹ میں (تجدید) اور اپنا خریداری نمبر لکھیں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ:

میزان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 1401036000000900

نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S یا ای میل ✉ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

ای میل ایڈریس:

mag@ahnafmedia.com

میسج کرنے کے لیے:

03326311808

[قافلہ حق کے مستقل ممبر بنئے دوستوں کے نام قافلہ حق سبسکرپشن کیجیے]

ممبر شپ کا طریقہ

نام:............................ ولدیت:..

رابطہ نمبر:.............................. ای میل:...

بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر نمبر (لازمی):..

بینک کا نام:....................... رقم جمع کرانے کی تاریخ:...

مکمل ایڈریس : ....

مکان / فلیٹ / دکان / دفتر نمبر، ڈاکخانہ، تحصیل، ضلع اور صوبہ واضح لکھیں:

نوٹ: فارم کسی بھی سادہ کاغذ پر فِل اَپ کر کے سرکولیشن مینیجر ماہنامہ فقیہ کے نام درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔ یا بینک ڈرافٹ نمبر اور مکمل پتہ فون پر لکھوادیں۔

پتہ: دفتر رسائل وجرائد (سہ ماہی قافلہ حق) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا

نوٹ: رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر درج بالا پتہ پر کریں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ: میزان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 140103600000900

نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S یا ای میل ✉ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

مضامین بھیجنے اور شکایات کے لیے: mag@ahnafmedia.com

فون ☎: 03326311808

سہ ماہی قافلہ حق ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	کراچی	03342028787
تحسین اللہ	پشاور	03339217613
قاضی نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
سلیم معاویہ	کبیر والا	03005664817
حبیب الرحمن نقشبندی	ننکانہ صاحب	03084552004
مولانا محمد عثمان	میانوالی	0333-6836228
مولانا عمر خطاب	اٹک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	لاہور	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
ضیاء الرحمٰن	واں بھچراں	03363725900
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبداللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبداللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824
مولانا امان اللہ حنفی	سرگودھا	03067800751
مولانا بشارت علی	فیصل آباد	03008664101

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808